Regd No P.67

رجسٹرڈ نمبر پی ۶۷

جلد ۱۱ | ۱۸ اخاء ۱۳۴۱ ہش ۱۸ جمادی الاول ۱۳۸۲ھ ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۲ء | نمبر ۴۲

اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۲ اکتوبر - وقت صبح ۸ بجے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے علاج کیلئے کوپن ہیگن سے ڈاکٹر میتھی ٹمن مورخہ ۸ کو ربوہ پہنچے۔ انہوں نے حضور کے علاج کے سلسلہ میں اسی روز شام حضور کو دیکھا اور علاج شروع کر دیا۔ یہ فزیو تھیراپی کے ماہر ہیں۔ حضور ایدہ اللہ کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج کی رپورٹ مظہر ہے کہ:-

"ڈاکٹر صاحب نے کل بھی حسب معمول تین دفعہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر بعض علمی جسمانی مشقیں کرائیں۔ عام طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی رہی رات نیند آتی۔ اس وقت بھی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولا کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔"

قادیان ۱۶ اکتوبر - محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں البتہ چند روز سے محترم صاحبزادہ صاحب کے بائیں بازو میں ریح کا درد کی تکلیف ہے احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جلد شفا بخشے۔

قادیان ۱۷ اکتوبر - مکرم سیٹھ محمد یوسف اللہ دین کل صبح سکندر آباد سے یہاں تشریف لائے آپ آج ہی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی غرض سے ربوہ کیلئے روانہ ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ سفر حضر میں آپکا حافظ و ناصر ہو۔

اسلام بڑی تیز رفتاری کیساتھ دنیا میں پھیل رہا ہے

مشہور امریکی فاضل ڈاکٹر ہسٹن سمتھ کا اعتراف

زیادہ عرصہ نہیں گذرا آج سے صرف ساٹھ ستر سال پہلے کی بات ہے کہ معمورہ عالم میں ایک شور بپا ہوا تھا۔ وہ شور، شور قیامت سے کم نہ تھا جس سے کان پھٹے جا رہے تھے۔ دل دہل رہے تھے۔ اور سینے شق ہو رہے تھے۔ وہ کیا شور تھا کہ جس نے یوں آسمان سر پہ اٹھا رکھا تھا؟ وہ یہ تھا کہ ہر ایک منظم سے ہی نہیں بلکہ ہر ملک اور ہر ملک کے کونے کونے سے پیہم یہ غوغا بلند ہو رہا تھا کہ اسلام اب صرف چند دن کا مہمان ہے بس اب ختم ہوا کہ اب۔ افریقہ میں کام کرنے والے عیسائی منادکہہ رہے تھے اور بڑے یقین اور وثوق کے ساتھ کہہ رہے تھے کہ:-

"سیاسی طاقت کے بغیر اسلام کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اب افریقہ میں زندہ نہیں رہ سکتا"
(Islam in Africa)

کبھی وہ کہتے تھے اور خوشی کے شادیانے بجاتے ہوئے بڑے طمطراق سے کہتے تھے کہ:-

"اسلام افریقہ میں آخری دموں پر ہے اور اب اس کا جنازہ نکلنے ہی کو ہے"
(ایسٹ افریقہ اینڈ روڈیشیا)

اور کبھی ان کی طرف سے یہ اعلان بڑی شان اور آن بان سے کیا جاتا تھا کہ:-

"افریقہ سے اب اسلام کو کلیۃً نابود کر لینے کا کام عیسائیت کے لئے نسبتاً بہت آسان ہے"
(اسلام اِن افریقہ)

اسی طرح دنیا کے ایک اور گوشے سے یہ آواز بلند ہو رہی تھی اور بلند ہو ہو کر کانوں کو چیرتی ہوئی پیہم سنائی دے رہی تھی کہ:-

"اسلام بھی ایک مشرقی مذہب ہے یہ ہماری مغربی فضا میں سانس نہیں لے سکتا اور نہ یہ کبھی ہمارے مغربی ذہنوں کو راس آسکتا ہے" (بیروز لیکچرز)

اور خود ہندوستان میں پادری عماد الدین ایسے دشمن اسلام کے اس قسم کے اعلانات بالخصوص مسلمانوں کے سینوں کو چھلنی کئے دے رہے تھے کہ:-

"ہمارے دشمن ہندو، مسلمان دیا نندی اور دوسرے مذاہب والے خواہ کتنی ہی مخالفت کریں اور خواہ کتنا ہی زور لگائیں یقیناً وہ وقت آنے والا ہے کہ ڈھونڈے سے بھی ان کا پتہ نہ ملے گا"
(دی کنورشن آف انڈیا)

دشمن تو خیر دشمن تھے ان سے کسی کلمہ خیر کی توقع کیسے ہو سکتی تھی۔ رونا تو اس بات کا تھا کہ خود مسلمان بھی اپنے زوال و ادبار سے تنگ آ کر دشمن کے اس پراپیگنڈے سے اس قدر مرعوب ہو چکے تھے کہ انہوں نے بھی اُن کی ہاں میں ہاں ملانی شروع کر دی تھی اور اس قسم کے خیالات ظاہر کرنے شروع کر دیئے تھے کہ جب تک اسلام کو خیر باد نہ کہیں گے اُس وقت تک ہم ترقی نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ایک نامور اور مسلمہ لیڈر انتہائی مایوسی کے عالم میں چار و ناچار یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ:-

"قومی رفاہ و اصلاح کی اُمید باقی نہیں ہے۔ نہایت تعجب ہے کہ مسلمان مختلف قوم کے مختلف طبائع کے، مختلف ملکوں اور مختلف آب و ہوا کے رہنے والے ہیں مگر سب ایک ہی قسم کی ابتری، خرابی، بدانتظامی، زوال و وبال کی حالت میں ہیں۔ پس کونسا امر سب میں مشترک ہے جس کے سبب سے سب کی یکساں حالت ہے سر چارلس ترویلین کا ذیل سچ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مشترک شے اسلام ہے ترکی کو اس نے سچ نصیحت کی تھی کہ جب تک اسلام کو نہ چھوڑے اصلاح نہیں ہو سکتی"
(مکتوبات سرسید صفحہ ۲۷۸)

الغرض کیا بیگانے اور کیا اپنے سب ہی کہہ رہے تھے اور برملا کہہ رہے تھے کہ اسلام اب دنیا سے نابود ہونے کو ہے اور اب صرف چند دن کی بات ہے کہ وہ صفحۂ ہستی سے نابود ہو کر عیسائیت کے لئے میدان خالی کر دے گا۔

اس شور قیامت میں یکا یک ایک نوبت بجی اور اس زور سے بجی کہ ایک لمحہ کے لئے یہ سب شور و غوغا دم بخود ہو کر رہ گیا اور فضا ایک آسمانی بشارت کی خوش آیند آواز سے گونج اٹھی اور اس کی مشام جانفزا سے گل عالم معطر ہو کر مہکنے لگا۔ وہ بشارت کیا تھی اور وہ کونسی خوش آیند آواز تھی جس سے معمورۂ عالم کی فضا گونج اٹھی؟ اور وہ کس نوع کی مشام جانفزا تھی جس کی عطر پاشی سے سارا عالم مہکنے لگا؟ وہ ایک آسمانی ترانہ تھی جس نے کل جہان کو مخاطب کر کے کہا اور پورے جلال کے ساتھ گرج کر کہا:-

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا"

(باقی صفحہ ۔ پر)

قادیان میں جلسہ سالانہ

بتاریخ ۱۸، ۱۹، ۲۰ دسمبر منعقد ہو گا

احباب کی درخواست پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے قادیان میں منعقدہ جلسہ سالانہ کی تاریخیں ۱۸، ۱۹، ۲۰ دسمبر مقرر فرمائی ہیں اس طرح احباب ریلوے کے رعایتی کرایہ سے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور پاسپورٹ ہونے پر قادیان کے بعد ربوہ کے جلسہ میں بھی شمولیت کا موقع پا سکتے ہیں۔ احباب ابھی سے جلسہ میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہونے کی سعی شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ آمین

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا - پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

شکرِ نعمت

دُعا

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی

دینی و ایمانی امور میں ذرا سا بھی شک اور کشمکش کسی قلب میں پیدا ہو جانا وہ گھن کا کیڑا ہے جس سے خدانخواستہ اس کے ایمان کی عمارت کے کھوکھلا ہو کر گرنے کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔ کیا ہمارا آپ کا فرض نہیں ہے کہ اگر ایسے خزائن کو سیندھ لگتی دیکھیں تو آگاہ کر دیں ان کے مالکوں کو کہ ہوشیار رہیں!

اسی بنا پر حضرت منجھلے بھائی صاحب کا وہ مضمون بھی تھا جس نے محبت کی بنا پر لوگوں کو تڑپا کر رلا دیا شائد سوئے ہوئے بھی جاگ اُٹھے

مومن تو اس عالم میں بھی پُل صراط ہی پار کرتا رہتا ہے۔ ہر معاملہ میں۔ اور دعا کی صورت میں بھی خوف و رجا کے درمیان سے ہی گذرنا اس کے لئے بھی پڑتا ہے۔ اگر خوف خدا اور اس کی غناء کا خیال اور فکر نہ ہو جب بھی تڑپ دعاؤں میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ اگر امید کا پلڑا ہلکا ہو جب اور بھی خرابی کہ دعا میں زور آ ہی نہیں سکتا۔ جب مایوسی کی طرف میلان ہو۔ اللہ تعالےٰ سب دعاؤں کے قبول فرمانے پر قادر ہے۔ اور ضرور صدق و محبت اور تجربہ ایمان سے کی ہوئی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ اور بے شک سب کی سب۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو ہم چاہتے ہیں اسی صورت میں قبول ہو۔ یعنی اگرچہ ظاہری شکل میں ایک دعا کی قبولیت نظر نہ آئے مگر وہ بھی مقبول ہی ہوتی ہے۔ اس کی کسی اور رحمت یا اس کی رضا اور تعلق کے حصول کی صورت میں۔ یہ دعا کا ہتھیار ایک بہت بڑا افضل ہے بڑا انعام ہے جو آپ کو عطا ہوا ہے۔ اس سے کام لیں۔ بڑی بھاری امیدیں لے کر اللہ تعالےٰ کے حضور میں جھک جائیں۔ اور خصوصیت سے حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام کے لئے دعاؤں پر ان ایام میں زور دیں کہ ہماری دعائیں خدا تعالےٰ ان کی صحت و عافیت کے لئے سن لے ان کا ضعف و نقاہت قصۂ ماضی ہو جائے۔ اندھیرے دور ہو جائیں۔ روشنی آ جائے۔ تڑپ کر مانگیں مچل کر مانگیں رو رو کر مانگیں۔ اگر آپ کو اس نہایت مبارک وجود سے واقعی سچی محبت ہے تو ایسا مانگیں کہ خالی پھرنے کا بفضلہٖ تعالےٰ سوال ہی نہ ہو۔ بے شک تمام وعدے تمام نشان تمام کام بڑی شان کے ساتھ پورے ہو چکے مگر اب بھی ہم نے شکر نعمت کے لئے مانگنا ہے کہ ہمارے مولےٰ اس نعمت کو بہت عرصہ ہمارے درمیان سلامت رکھے اور یہ سایۂ رحمت ہم پر مدتوں تک دراز ہوتا جائے

بعض لوگ اس وہم میں بھی گرفتار ہیں کہ چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام پہلے کی مانند زیادہ سامنے نہیں آ رہے۔ تو گویا اب آپ کو کسی بات کی خبر نہیں نہ سلسلہ کے کسی کام سے دلچسپی یا تعلق۔ یہ بھی بہت زہریلا خیال ہے۔ کیا خلیفہ کا چھ چھ۔ سات سات گھنٹہ کی تقریر کرنا ہی کام ہے؟ بشریت کے ساتھ تو ضعف پیری یا بیماری علالت ساری باتیں لگی ہیں۔ اتنا کام نہیں کر سکتے۔ اب نہیں اس طرح بول سکتے تو کیا وہ کسی امر سے غافل ہیں؟ ہرگز نہیں! کیا کبھی ایک ماں اپنے بچوں کو بڑا پال دے کر کھلا پلا کر اپنے درد سر کی ہی وجہ سے الگ جا کر نہیں لیٹ جاتی؟ مگر وہ غافل جب بھی نہیں ہوتی۔ پھر یہ بچے سمجھا کریں کہ ماں سوتی ہے کر لیں جو کچھ کرنا ہے۔ اور نیک اپنی ماں کے کہنے کے مطابق کام میں مشغول ہوں۔ اس کو سب اندازہ سب خبر ہوتی ہے۔ صرف اس وقت کے گذرنے کا انتظار رہتا ہے کہ اٹھ کر دیکھا جائے گا! ایک کاریگر ایک مشین بنا کر اس کو فٹ کر کے چلا کر آرام کر لے تو اس کا حق ہے۔ اگر وہ بیمار ہے۔ مگر جب بھی وہی چونکہ پرزہ پرزہ سے واقف ہے وہ دور لیٹے لیٹے بھی سب کچھ اپنے کارکنوں کو بتا دیتا ہے کہ ایسا کرو۔ یوں کرو۔ کبھی ایسے گمراہ کن خیال اپنے دلوں میں نہ آنے دیں کہ حضرت صاحب کو کیا پتہ ہے۔ سب کچھ پتہ ہے ان کو جتنا آپ کو بھی پتہ نہیں۔ علاوہ اس کے ان کا وجود ہی برکات کا خزانہ ہے۔ سراسر رحمت ہے جس نے عمر بھر آنکھوں سے دل کا خون بہا کر دین محمد (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے مقاصد اور تمناؤں کے پورا ہونے کے لئے اور آپ سب کے لئے دعائیں کیں۔ اس وقت اس کی ایک زیر لب دعا ایک دل میں خیال کی طرح گذرتی ہوئی تمنا بھی اللہ تعالےٰ کے فرشتے ہاتھوں ہاتھ بلندیوں پر لے جاتے ہیں اجابت خود استقبال کو آتی ہے۔

غرض قدر کریں اس مبارک دولت کی اور خدا تعالےٰ سے رحمت چاہتے ہوئے دردبھرے دل سے دعاؤں میں لگ جائیں۔ خدا تعالےٰ ہم سب پر فضل فرمائے اور ہماری دعاؤں کو قبولیت کا شرف بخشے۔ خود بھی اس وقت کے لئے آپ تیار رہیں جب اللہ تعالےٰ ان کو پھر طاقت و صحت عطا فرمائے اور وہ پھر آپ کے سامنے آئیں۔ پھر ان کے کام آپ کو ظاہری طور پر بھی نظر آنے لگیں۔ اپنے اعمال کو درست کریں اپنی نیتیں اور دل صاف رکھیں۔ جوہر ایمان کو کوشش اور دعا سے مزید جلا بخشیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اگر ہمارے مولیٰ نے ہماری دعائیں سن لیں تو جب آپ کا موسےٰ پہاڑ سے اترے تو آپ کے دامن بداعمالی سے آلودہ ہوں۔ دنیاداری کے بُت آپ کے دلوں پر نصب ہو چکے ہوں۔ کمزوریاں آپ پر حاوی ہو چکی ہوں اور آپ وہ نہ ہوں جو آپ کو ہونا چاہیئے۔ پھر کیا آپ چاہیں گے کہ اس خوشی کے دن اپنے آقا کے دل کو صدمہ پہنچانے والے بنیں؟ اور آپ کے ہارون اور ان کے حادثین و سچے خدام دین کے سر ندامت سے جھک جائیں۔

خدا تعالےٰ نہ کرے کہ ایسا ہو ہماری عید آئے اور سچی عید آئے۔ ہمارے لئے اور ہمارے خلیفہ کے لئے بھی۔ یا اللہ کرم فرما۔ آمین۔

مبارکہ

مدرسہ احمدیہ قادیان کی پختہ بلڈنگ کی تعمیر کا آغاز

قادیان ۱۵ر اکتوبر۔ الحمدللہ مدرسہ احمدیہ قادیان کی پرانی خام بلڈنگ کی بجائے اب پختہ عمارت کی تعمیر کا آغاز ہو گیا ہے۔ کل ساڑھے گیارہ بجے دوپہر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے نئی پختہ زیر تعمیر بلڈنگ کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اور درویشوں کی بڑی جمعیت کے ساتھ عمارت کے بابرکت ہونے کے لئے اجتماعی دعا فرمائی۔

اجتماعی دعا اور سنگِ بنیاد رکھے جانے سے قبل محترم صاحبزادہ صاحب نے حاضر الوقت احباب سے خطاب کرتے ہوئے اس دینی درسگاہ کی اہمیت اور تبلیغ و اشاعت دین کے سلسلہ میں اس کے فارغ التحصیل افراد کی قابل قدر خدمات کا نہایت جامع الفاظ میں ذکر فرمایا۔ آپ نے بتایا کہ جہاں اس درسگاہ کا اجراء خود سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہاں حضورؑ کی وفات کے بعد ایک موقعہ پر (باقی صفحہ ۱۲ پر)

اقتباس از تفسیر کبیر

انبیاء دنیا میں ایک بیج بونے کیلئے آتے ہیں

(اور)

اللہ تعالیٰ اپنی قدیم سنت کے مطابق اس بیج کو بڑھاتا اور اپنے سلسلہ کو ممتد کرتا چلا جاتا ہے

قربانی کے مواقع سے فائدہ اٹھاؤ اور صحابہؓ کی سی خدمت کر کے خاص انعامات کے وارث بنو

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سورۃ القدر کی آیہ کریمہ حتّٰی مطلع الفجر کی تفسیر کے ضمن میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مَطْلَعِ الْفَجْرِ سے کیا مراد ہے؟ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ

مطلع الفجر سے مراد

یہ وہ وقت ہے جب اسلام کو غلبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور غلبہ ہمیشہ نبی کی وفات کے بعد ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "الوصیت" میں تحریر فرمایا ہے کہ

"اے عزیزو! خدا تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہ سنت چلی آئی ہے کہ وہ اپنی دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا کہ دشمنوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کرے۔ ایک قدرت تو وہ ہوتی ہے جس کا نبی کے ذریعہ اظہار ہوتا ہے جب وہ اُس راستبازی کا بیج بو دیتا ہے جس کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے۔ اور

دوسری قدرت

وہ ہوتی ہے جس کا اُس کے خلفاء کے ذریعہ تکمیل کے رنگ میں اظہار ہوتا ہے"۔

پس یہاں مطلع الفجر سے نبی کی وفات کا زمانہ مراد ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ تمہاری تمام سلامتی اس بات میں ہے کہ تم اس برات کی عظمت کو پہچانو اور وہ قربانیاں کرو جن کا اس وقت تم سے مطالبہ کیا جا رہا ہے جب فجر کا طلوع ہو گیا اور نبوت کا زمانہ ختم ہو گیا اس وقت آسمان کی نعمتیں آسمان پر رہ جائیں گی اور زمین والے برکات میں حصہ نہیں لے سکیں گے جن سے اس وقت حصہ لے رہی ہے۔

اس جگہ یہ نکتہ خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نبی کے زمانہ کو بار بار دن بھی کہا گیا ہے اور نبی کو سورج۔ پھر اُس کے زمانہ کو لیلۃ القدر یعنی رات بھی کہا گیا ہے۔ وہی دن اور وہی رات کس طرح ہؤا۔ سو یاد رہے کہ

الگ الگ نسبتوں کی بنا پر

ایک ہی زمانہ کو دن بھی کہا گیا ہے۔ اور رات بھی نبی کا زمانہ رات ہوتا ہے بوجہ اُس سے پہلی ظلمت کے اور نبی کا زمانہ رات ہوتا ہے بوجہ اس کے کہ جب وہ اُس ظلمت کو دور کر دیتا ہے تو اُس کا کام ختم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسے کہا جاتا ہے کہ اب تمہارے جانے کا وقت آگیا جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب گمراہی اور ضلالت کی تاریکیوں کو دور کر دیا تو اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِیْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا کے ذریعہ آپ کو وفات کی خبر دی گئی اور بتایا گیا کہ اب ہم تمہیں اپنے پاس بلانے والے ہیں۔ پس چونکہ نبی اس زمانہ میں آتا ہے۔ جب چاروں طرف ظلمت چھائی ہوئی ہوتی ہے۔ اور جب وہ اُس ظلمت کو دور کر دیتا اور اس اور ترقی اور کامیابی کا زمانہ آ جاتا ہے۔ تو وہ فوت ہو جاتا ہے۔ اس لئے اُس کے زمانہ کو رات قرار دیا جاتا ہے کیونکہ اُس کا سارا کام رات میں ہی ختم ہو جاتا ہے۔ وہ مشکلات کے زمانہ میں آتا اور مشکلات کا دور ختم ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کے پاس چلا جاتا ہے۔ پس چونکہ ظاہری بڑی ترقی نبی کی وفات کے بعد آتی ہے اور کامیابیوں کا سورج ہمیشہ مطلع الفجر کے بعد نکلتا ہے۔ اس لئے نبی کے زمانہ کو رات کہا جاتا ہے۔ اگلا زمانہ جو مطلع الفجر سے شروع ہوتا ہے

ہے جس میں الٰہی سلسلہ کو دنیا میں غیر معمولی عروج حاصل ہوتا ہے۔ وہ اُسی وقت آتا ہے جب فجر کا طلوع ہوتا ہے۔ یعنی نبی اپنے رب کے پاس جا چکا ہوتا ہے لیکن دوسری طرف اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جہاں تک

روحانی ترقیات

کا سوال ہے نبی کا زمانہ روشنی کا زمانہ ہوتا ہے۔ اور نبی کی وفات کے بعد کا زمانہ تاریکی کا زمانہ ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نبی مبعوث ہوتا ہے۔ اُس زمانہ میں آسمان سے نزول وحی کا ایک عجیب سلسلہ ہوتا ہے۔ برکات و انوار کی بارش ہوتی ہے۔ معجزات و نشانات کا ظہور ہوتا ہے اور روحانیت کی منازل سالوں اور مہینوں کی بجائے دنوں میں طے ہونے لگتی ہیں اور ایمان و اخلاص اور محبت باللہ میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے۔ اس بنا پر اس زمانہ کو دن کہا جاتا ہے اُسے روشنی اور نور کا زمانہ قرار دیا جاتا ہے اور اس زمانہ کو رات قرار دیا جاتا ہے جس میں نبی موجود نہیں ہوتا۔

غرض زمانہ تو ایک ہی ہوتا ہے۔ مگر نسبتوں کے فرق کی وجہ سے اُسے رات کہا جاتا ہے۔ اور دن بھی۔ وہ رات ہوتا ہے۔ بوجہ اپنی پہلی ظلمت کے اور بوجہ اس کے نبی کے زمانہ میں دنیوی ترقیات پوری طرح نہیں ہوتیں۔

کامیابیوں اور ترقیات کا زمانہ

نبی کی وفات کے بعد آتا ہے۔ مگر بلحاظ خاص انعاماتِ الٰہی کے یعنی نزولِ وحی اور نزولِ برکات اور تکمیل روحانیت کے اُس کا زمانہ دن کا زمانہ ہوتا ہے اور اُس کے بعد کا زمانہ رات کا زمانہ۔ کیونکہ اس زمانہ میں دنیا ان برکات سے محروم ہو جاتی ہے جن سے پہلے متمتع ہوا کرتی تھی۔ پس روحانی برکات کے لحاظ سے نبی کا زمانہ دن ہوتا ہے

اور بعد کا زمانہ رات اور اس وجہ سے کہ اُس کی تعلیم کی دنیوی شوکت ابھی پورے طور پر نہیں ظاہر ہوئی ہوتی۔ کہ نبی اٹھا لیا جاتا ہے۔ اُس کا زمانہ رات کا ہوتا ہے کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ مطلع الفجر تک ہی اپنی قوم میں رہتا ہے۔ چونکہ کوئی بھی نبی دنیوی انعامات حاصل کرنے کے لئے نہیں آتا۔ اس لئے سبب اُس کی ذ

قربانیوں کے مادی نتائج

نکلنے کا وقت آتا ہے اور وہ بیج اپنے پھل دینے لگتا ہے جو اس نے بویا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے فرماتا ہے تم ہمارے پاس آ جاؤ۔ اور یہ انعام اُن دوسروں کے لئے رہنے دو جن کی نگاہ اسے زیادہ قیمتی سمجھتی ہے۔ اسی امر کو مدنظر رکھ کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو نجوم قرار دیا ہے کیونکہ نجوم ہمیشہ رات کو ظاہر ہوتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمْ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ۔ یعنی میرا زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے جو برکات نازل کی ہیں اُن سے حصہ لے کر میرے صحابہؓ نجوم بن گئے ہیں۔ اب تو دن کا وقت ہے اور سورج اپنی شعاعوں سے دنیا کو منور کر رہا ہے۔ لیکن میرے بعد دنیا پر رات کا زمانہ آ جائے گا۔ اُس وقت میرے صحابہ

ستارے بن کر

لوگوں کی رہنمائی کریں گے۔ اس لئے میرے بعد وہی لوگ کامیاب ہونگے جو رات کی تاریکیوں میں میرے صحابہ سے روشنی حاصل کریں گے اس حدیث میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کو دن قرار دیا ہے اور بعد میں آنے والے زمانہ کو رات کہا ہے۔ لیکن دوسری طرف جہاں تک ظاہری کامیابیوں اور فتوحات کا تعلق ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ظاہری رنگ میں غلبہ دینا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اسلام کو ایسی طاقت مد

ہو گئی کہ ابوبکرؓ کی آواز جب قیصر سنتا تو وہ اُس کو رد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ حالانکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ حالت تھی کہ آپ کا خط جب اُس کے پاس گیا تو گو اُس پر اثر بھی ہوا مگر پھر اپنی قوم سے ڈر گیا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے کے لئے تیار نہ ہوا۔ حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو آپ کو ابوبکرؓ سے بھی زیادہ رعب حاصل ہوا۔ قیصر صرف اُن کی بات کو سنتا نہیں تھا بلکہ ساتھ ہی وہ ڈرتا بھی تھا کہ اگر میں نے اس کے مطابق عمل نہ کیا تو میرے لئے اچھا نہیں ہوگا اور کسریٰ تو اُس وقت تک بالکل تباہ ہو چکا تھا۔ عثمانؓ کا زمانہ آیا تو اُن کو بھی ایسا دبدبہ اور رعب حاصل ہوا کہ چاروں طرف اُن کا نام گونجتا تھا اور ہر شخص سمجھتا تھا کہ مجھے امیر المومنین کے حکم کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ اب جہاں تک دنیوی اعزاز کا سوال ہے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ عزت حاصل نہیں ہوئی جو ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کو حاصل ہوئی۔

مگر پھر بھی یہ لوگ روحانی دنیا کے نجوم تھے شمس محمد رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔

غرض نبی کی وفات کے معًا بعد سے روحانی لحاظ سے رات کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن جسمانی لحاظ سے نبی کی وفات طلوعِ فجر پر دلالت کرتی ہے اور معًا بعد سے طلوعِ آفتاب یعنی ظاہری کامیابیوں کا نظارہ نظر آنا شروع ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

میں ہوا۔ اور ایسا ہی مسیح ناصریؑ اور موسیٰؑ کے زمانہ میں ہوا اور ایسا ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا۔ آپ کے زمانہ میں جو آخری جلسہ ہوا اُس میں سات سو آدمی جمع ہوئے تھے مجھے یاد ہے آپ سیر کے لئے باہر تشریف لے گئے تو ریتی چھلہ میں جہاں پیپل کا درخت ہے وہاں لوگوں کی کثرت اور ان کے اژدحام کو دیکھ کر آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے ہمارا کام ختم ہو چکا ہے۔ کیونکہ اب غلبہ اور کامیابی کے آثار ظاہر ہو گئے ہیں۔ پھر آپ بار بار احمدیت کی ترقی کا ذکر کرتے اور فرماتے اللہ تعالےٰ نے احمدیت کو کس قدر ترقی بخشی ہے اب تو ہمارے جلسہ میں سات سو آدمی شامل ہونے کے لئے آ گئے ہیں یہ اتنی بڑی کامیابی ہے کہ میں سمجھتا ہوں جس کام کے لئے اللہ تعالےٰ نے مجھے بھیجا تھا وہ پورا ہو چکا ہے

اب احمدیت کو کوئی مٹا نہیں سکتا

غرض سات سو آدمیوں کے آنے پر آپ اس قدر خوش ہوئے کہ آپؑ نے سمجھا جس کام کے لئے مجھے کھڑا کیا گیا تھا وہ اب ختم ہو چکا ہے مگر اب خدا تعالےٰ کے فضل سے یہ حالت ہے کہ صرف درس میں ہی آٹھ آٹھ سو آدمی جمع ہو جاتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو کہیں باہر سے نہیں آتے بلکہ قادیان میں رہنے والے ہیں اور جلسہ سالانہ پر تو خدا کے فضل سے پچیس تیس ہزار آدمی باہر سے اکٹھا ہو جاتا ہے۔ غرض ہمارا سلسلہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ترقی پر ترقی کر رہا ہے کوئی دن ایسا نہیں گذرتا جس میں کوئی نہ کوئی شخص بیعت میں شامل نہ ہو۔ ترقی اور عروج اور طاقت میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ مگر اس غلبہ کے باوجود کون کہہ سکتا ہے کہ یہ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے بہتر ہے۔ بے شک ہمیں کامیابیاں زیادہ حاصل ہو رہی ہیں۔ ترقیات زیادہ حاصل ہو رہی ہیں۔ غلبہ زیادہ ہو رہا ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کو یاد کر کے

دل تڑپ اُٹھتا ہے

اور یہ ساری کامیابیاں بالکل حقیر نظر آنے لگتی ہیں۔

میرے قرآن پر ایک چھوٹا سا پرانا نوٹ ہے۔ جو اُن تلخ کیفیات کو خوب ظاہر کرتا ہے جو نبی کا زمانہ دیکھنے والوں کے اندر پائی جاتی ہیں۔ میں نے سَلٰمٌ پر نوٹ لکھا ہے "یعنی اس رات میں سلامتی ہی سلامتی ہے۔ آہ مسیح موعود کا وقت! اُس وقت تھوڑے تھے مگر امن تھا"۔

بعد میں اللہ تعالےٰ نے ہمیں بڑی بڑی ترقیات دی ہیں مگر یہ ترقیات اس زمانہ کا کہاں مقابلہ کر سکتی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ جیسا آج دنیوی لحاظ سے جو رتبہ ہم کو حاصل ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل نہیں تھا۔ جتنے لوگ ہماری باتیں ماننے والے موجود ہیں اتنے لوگ باتیں ماننے والے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں موجود نہیں تھے جتنا خزانہ ہمارے ہاتھ میں ہے اتنا خزانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں نہ تھا۔ اب بعض دفعہ خدا تعالےٰ ایک ایک دن میں پچیس پچیس تیس تیس ہزار روپیہ چندے کا بھجوا دیتا ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اتنا چندہ سارے سال میں بھی جمع نہیں ہوتا تھا۔ مگر تمام ترقی کے باوجود

کون کہہ سکتا ہے

کہ یہ زمانہ اُس زمانہ سے بہتر ہے۔

مجھے یاد ہے کہ جب لنگر خانہ کا خرچ بڑھا اور کثرت سے قادیان میں مہمان آنے شروع ہو گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خاص طور پر یہ فکر پیدا ہو گیا کہ اب ان اخراجات کے پورا ہونے کی کیا صورت ہوگی۔ مگر اب یہ حالت ہے کہ

خدا تعالےٰ کے فضل سے

ایک ایک احمدی لنگر خانہ کا سارا خرچ دے سکتا ہے۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زلزلے کے متعلق اپنی پیشگوئیوں کی اشاعت فرمائی تو قادیان میں کثرت سے احمدی دوست آ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی دوستوں سمیت باغ میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں

خیموں میں رہائش

شروع کر دی۔ چونکہ اُن دنوں قادیان میں زیادہ کثرت سے مہمان آنے لگ گئے تھے۔ ایک دن آپ نے ہماری والدہ سے فرمایا کہ اب تو روپیہ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی میرا خیال ہے کہ کسی سے قرض لے لیا جائے کیونکہ اب اخراجات کے لئے کوئی روپیہ پاس نہیں رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ظہر کی نماز کے لئے تشریف لے گئے جب واپس آئے تو اُس وقت آپ مسکرا رہے تھے۔ واپس آنے کے بعد پہلے آپ کمرہ میں تشریف لے گئے اور پھر تھوڑی دیر بعد باہر نکلے اور والدہ سے فرمایا کہ انسان باوجود خدا تعالےٰ کے متواتر نشانات دیکھنے کے بعض دفعہ بدظنی سے کام لے لیتا ہے۔ میں نے خیال کیا تھا کہ لنگر کے لئے روپیہ نہیں اب کہیں سے قرض لینا پڑے گا مگر جب میں نماز کے لئے گیا تو ایک شخص جس نے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ آگے بڑھا اور اُس نے ایک پوٹلی میرے ہاتھ میں دیدی میں نے اُس کی حالت کو دیکھ کر سمجھا کہ اس میں کچھ پیسے ہونگے مگر جب گھر آ کر اُسے کھولا تو اُس میں سے

کئی سو روپیہ

نکل آیا۔

اب دیکھو وہ روپیہ آجکل کے چندوں کے مقابل میں کیا حیثیت رکھتا تھا۔ آج اگر کسی کو کہا جائے کہ تمہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا ایک دن نصیب کیا جاتا ہے بشرطیکہ تم لنگر کا ایک دن کا خرچ دیدو تو وہ کہے گا ایک دن کا خرچ نہیں تم مجھ سے سارے سال کا خرچ لے لو لیکن خدا کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا ایک دن دیکھنے دو۔ مگر کسی کو وہ بات کہاں نصیب ہو سکتی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں قربانی کرنے والوں کو نصیب ہوئی۔

افسوس کہ لوگوں کے سامنے قربانی کے مواقع آتے ہیں تو وہ اُن سے منہ پھیر لیتے ہیں اور جب وقت گذر جاتا ہے تو حسرت اور افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کاش ہم نے فائدہ اُٹھایا ہوتا۔ کاش! ہم نے وقت کو ضائع نہ کیا ہوتا۔ اب بھی خدا تعالےٰ نے انکے لئے ایک بڑا موقعہ پیدا کیا ہوا ہے۔ خدا تعالےٰ کا موعود اُن میں موجود ہے۔ اگر وہ چاہیں تو صحابہ کی سی خدمات کر کے صحابہ کے سے انعامات حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر کتنے ہیں جو اس نعمت کی قدر کرتے ہیں۔ ہاں بہت لوگ اس وقت روئیں گے اور آہیں بھریں گے جب وہ زمانہ انکے ہاتھ سے نکل جائے گا۔

غرض انبیاء دنیا میں ایک بیج بونے کے لئے آتے ہیں وہ بیج جن حالات میں بویا جاتا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ ضائع ہو جائے گا مگر اللہ تعالےٰ اپنی قدیم اور ازلی سنت کے مطابق اُس بیج کو بڑھاتا اور اپنے سلسلہ کو ممتد کرتا چلا جاتا ہے۔ اس دوران میں اپنی سنت کے مطابق

قربانی کے کچھ اور مواقع

پیدا ہو جاتے ہیں تب وہ لوگ جو خدا تعالےٰ کی محبت رکھتے ہیں اپنی حسرتوں کو پورا کرنے کیلئے آگے بڑھتے اور قربانیوں میں ایک دوسرے سے بڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ مگر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو پھر بھی سوئے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ زمانہ بھی گذر جاتا ہے۔ اور وہ کفِ افسوس ملنا شروع کر دیتے ہیں کہ ہم نے کچھ نہ کیا۔ آج لوگ حسرتیں کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ نہ ملا مگر اس حسرت کے باوجود وہ موجودہ قربانیوں میں پوری طرح حصہ نہیں لے رہے اس کا کیا نتیجہ ہوگا؟ یہی کہ وہ اس زمانہ کو بھی کھو دینگے اور حسرت کریں گے کہ کاش! انہیں مصلح موعود کے زمانہ میں خدمت کا کوئی موقع مل جاتا۔ حالانکہ اُن حسرت کرنے والوں میں بہت لوگ ایسے ہونگے جنہوں نے اس زمانہ کو پایا مگر اُن کی آنکھیں بند رہیں۔ انہوں نے وقت سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش نہ کی اور حسرت اور افسوس کے سوا اُن کو اور کچھ حاصل نہ ہوا۔"

(تفسیر کبیر جلد ۶ جزء ۴ حصہ دوم صفحہ ۳۳۵ تا ۳۴۰)

کہ جب کوئی چیز اپنے وجود کی غرض و غایت کو کھو بیٹھتی ہے تو وہ زندہ ہونے کے باوجود مُردہ تصور ہونے لگتی ہے۔ جب [illegible] کروڑوں مسلمانوں کی موجودگی میں یہ کہاوت مشہور ہے "مسلماناں در گور و مسلمانی در کتاب"۔ مسجد کی تعمیر اور اس کے مقاصد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "مسجد اتفاق و اتحاد اور باہمی ہم آہنگی کا مرکز ہے اور ہم اپنے کام کاج کے سلسلہ میں خواہ کہیں ہوں مگر ہمارے دل ہر وقت مسجد کی دیواروں کے ساتھ لٹکتے رہیں۔

استقبالیہ ایڈریس

مکرم منظور احمد صاحب باقی۔ قائد خدام الاحمدیہ کلکتہ نے صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے اعزاز میں ایک استقبالیہ ایڈریس پڑھا۔ آپ نے فرمایا "آنمحترم کا ورود مسعود پژمردہ روحوں کے لئے ایک مسیحائی اثر اور افسردہ دلوں کے لئے ایک کیمیائی تاثیر رکھتا ہے اور ہم اپنے دل و دماغ میں ایک تازگی اور شگفتگی پاتے ہیں۔ مزید فرمایا "ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہماری قوت عملیہ کو ایک مہمیز لگ گئی ہے اور ہمارے عزائم کو ایک نئی طاقت اور تازہ بلندی حاصل ہو گئی ہے۔ آپ نے مقامی خدام کی تعلیمی، تربیتی و تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ خدام کو مختلف گروپوں میں تقسیم کر کے انہیں تبلیغی مہمات پر اندرون و بیرون شہر بھیجا جاتا ہے .... اور اسی طرح ایک سلیقہ اور باقاعدگی کے ساتھ غیر از جماعت لوگوں تک احمدیت کا پیغام پہونچایا جاتا ہے۔ نیز فرمایا۔ ہر اتوار کو احمدیہ دار التبلیغ میں تربیتی اجلاس منعقد کئے جاتے ہیں۔ خدام قرآن پاک کی تلاوت کرتے، نظمیں پڑھتے اور تقاریر کرتے ہیں۔ خدام کو نماز کا ترجمہ سکھایا جاتا ہے۔ نیز احمدیت کے شائع شدہ لٹریچر کے مطالعہ کی ترغیب دلائی جاتی ہے۔ ازاں بعد مکرم محمود احمد نور العارفین صاحب نے درثمین سے ایک نظم سنائی۔

صدارتی تقریر

اپنی صدارتی تقریر میں صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے عبادت کے فلسفہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ خانۂ خدا کی تعمیر قومی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ فرمایا کہ قوموں کی زندگی میں عبادت گاہیں اہم کردار ادا کرتی رہی ہیں۔ کلکتہ کی احمدیہ مسجد بھی آئندہ اسلام و احمدیت کی اشاعت کے لئے ایک مستحکم قلعہ کا کام دے گی۔ احمدیوں کی تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہماری تبلیغی رفتار تسلی بخش نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین سو برس میں یہ جماعت دنیا میں غالب و نمایاں مقام حاصل کرنے گی۔ لیکن جو صورت حال نظر آتی ہے اس سے تو تین ہزار سال میں بھی غلبہ ممکن نہیں۔ فرمایا خدا تعالیٰ کے وعدے بہر حال پورے ہوں گے۔ ہم اگر اس قابل نہیں ہوئے تو وہ کسی اور جماعت یا قوم کے سپرد یہ کام کر دے گا اور اس کے ذریعہ آئندہ ترقیات کے وعدے پورے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ تبلیغ اسلام کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور منظم و باقاعدہ طور پر تبلیغ و اشاعت دین میں حصہ لینا چاہیئے۔ نیز فرمایا مسجد بن جانے کے بعد احباب جماعت کی ذمہ داریاں بڑھتی جاتی ہیں۔ عبادت، اخلاص اور اتحاد عمل کے ذریعہ ہم اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔

سنگِ بنیاد رکھا جاتا ہے

اختتام جلسہ کے معاً بعد گیارہ بجکر ۴۵ منٹ پر سنگِ بنیاد رکھے جانے کی رسم ادا ہوئی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے مبارک ہاتھوں سے یکے بعد دیگرے پانچ اینٹیں رکھی گئیں۔ ہر اینٹ جو مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل اٹھا کر حضرت میاں صاحب کو دیتے آپ ہاتھ میں لے کر دعا فرماتے اور رکھتے جاتے۔ اس موقعہ پر حسب ہدایت تمام احباب جماعت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ قرآنی دعائیں جو آپ نے تعمیر کعبہ کے وقت کی تھیں۔ زیر لب باچشم گریاں و دل بریاں دہراتے جا رہے تھے۔ اس کے بعد اسی جگہ حضرت میاں صاحب نے اجتماعی دعا کرائی۔ خدام نے اس اجتماع کے مختلف فوٹو لئے۔ احباب جماعت کا بعد میں ایک گروپ فوٹو بھی لیا گیا۔

تعمیر مسجد احمدیہ کلکتہ کی تاریخ

عبادت گاہوں نے ہمیشہ اپنی طرف منسوب ہونے والی قوموں کی روحانی و اجتماعی زندگی کا پتہ دیا ہے۔ اس کرۂ ارضی پر نسلیں ابھرتی اور معدوم ہوتی رہی ہیں۔ بعض حالات میں اُن کی زندگی کے آثار تک مٹ مٹ گئے ہیں مگر ان عبادت گاہوں کا کہیں ازلی سے کتنا عبور رہے کہ اُس نے اُن کی مقدس تعمیرات کو کچھ اس طرح تاریخ کے سینے میں اُتار دیا ہے کہ آج تک حوادثِ روزگار اُن کی یادوں کو دلوں سے محو نہ کر سکے۔ جس مسجد کی آج بنیاد ڈالی جا رہی ہے اس کے لئے احباب جماعت کلکتہ دیرسے کوشاں تھے۔ اُن میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اب ہم میں موجود نہیں۔ آج کی تقریب کسی حد تک سابقہ جدوجہد کا انعکاس بھی ہے۔

سنہ ۱۹۱۰ء میں احباب جماعت خواجہ غلام نبی صاحب مرحوم کی دکان واقع لوئر چیت پور روڈ میں نمازیں پڑھتے تھے۔ سنہ ۱۹۱۶ء میں چودھری نواب علی صاحب مرحوم کے مکان واقع وارڈ لو اسٹریٹ میں پھر مولوی لطف الرحمٰن صاحب کے مکان واقع اسماعیل اسٹریٹ میں نمازیں ادا کی جاتی رہیں۔ سنہ ۱۹۲۴ء میں جماعت کی طرف سے ۷۵ کالج اسٹریٹ میں ایک وسیع کمرہ حاصل کیا گیا جہاں انجمن احمدیہ کا دفتر قائم کیا گیا اور درس و تدریس و نمازوں کا سلسلہ جاری کیا گیا۔ منتقل ہو کر یہ انجمن بنٹنک اسٹریٹ آئی۔ پھر دھرم تلہ اسٹریٹ میں ہوئی۔ سنہ ۱۹۳۵ء میں ولنگڈن اسکوائر لائی گئی۔ سنہ ۱۹۴۶ء میں بمقام تمہ روڈ میں مسجد کے لئے زمین خریدی گئی۔ حالات ناسازگار تھے اس لئے فروخت کر دی گئی۔ انجام کار سنہ ۱۹۴۷ء میں پارک سرکس پہونچ کر اس متحرک انجمن کو قرار آیا۔ اگرچہ ۱۹۵۲ء تک بعض وجوہ کی بناء پر لوئر چیت پور روڈ میں نمازیں ادا کی جاتی رہیں۔ اپنے مستقل مستقر پر آ جانے کے بعد بھی حالات کی ستم ظریفی کو کیا کہئے کہ پندرہ برس تک ٹنوں کا ڈھانچہ بنی رہی۔ اور سنگ و خشت کی مرہونِ منت نہ ہو سکی۔ آج جبکہ اس کی تعمیر کا آغاز ہو چکا ہے بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ یہ مسجد ایک روشن مستقبل کی آئینہ دار ہے۔ تمام مساجد میں روحانی افادیت کی یکسانیت مسلّم ہے مگر دین حق کی خارجی ترقی میں ہر مسجد برابر نہیں۔ ویرانے میں بنی ہوئی مسجد کی اہمیت ایک بھر پور آبادی والے شہر کی مسجد سے یقیناً کم ہے۔ کلکتہ ایک ایسا شہر ہے جو بحری و ہوائی راستوں کی وجہ سے مشرق وسطیٰ و بحیرۂ روم کے حاشیائی ممالک کو جنوب مشرقی ایشیا و آسٹریلیا سے ملاتا ہے۔ اس کے مرجع خلائق ہونے کی ایک وجہ اس کی کاروباری اہمیت و شہری عظمت بھی ہے۔ یہاں ہماری مسجد کی تعمیر دراصل اس خطۂ ارضی پر فروغ اسلام کا پیش خیمہ ہے۔

تعمیر مسجد کا جشن آغاز

قدرت کا ایک قانون یہ بھی ہے کہ ہر چیز کی تکمیل کے لئے ایک وقت معین ہوتا ہے اور تکمیل کے ذرائع بھی معین ہوتے ہیں۔ ۱۶ ستمبر سنہ ۶۲ء کی تاریخ ہی اللہ تعالیٰ کو پسند تھی کہ اس دن کو مخصوص کیا گیا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے مبارک ہاتھ ہی منتخب تھے کہ سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے حرکت میں آئے اور امیر جماعت مولوی بشیر احمد صاحب کی سعیٔ پیہم و نیک ارادوں کے مقبولِ بارگاہ ہونے کی ساعت بھی یہی تھی کہ آپ نے مسجد کی تکمیل کا آغاز دیکھ لیا۔ اس میں بھی کیا شک ہے کہ وہ سارے مخلص احباب جو دامے، درمے سخنے تعمیر مسجد میں حصہ لے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں معزز و محترم ہیں۔ خدا تعالیٰ کا گھر بنانے اور آباد کرنے والوں کے گھر کبھی ویران نہ ہو سکیں گے۔

محترم صاحبزادہ صاحب کی میزبانی کا شرف

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے بارہ روزہ قیام کے دوران مکرم میاں محمد عمر صاحب سہگل، میاں محمد بشیر صاحب سہگل، میاں محمد حسین صاحب، شفیع احمد صاحب مالاباری، مولوی محمد سلیم صاحب، منشی محمد شمس الدین صاحب، میاں محمد یوسف صاحب باقی اور رشیدہ سلطانہ صاحبہ نے باری باری اپنے محبوب مہمانوں کی دعوتیں کیں۔ مستقل میزبانی کی توفیق مکرم میاں محمد صدیق صاحب باقی کو ملی۔ آپ نے ضعیف العمری کے باوجود بڑی مستعدی اور گرمجوشی کے ساتھ مہمانوں کی تواضع کی۔ ایک موقعہ پر مکرم موصوف نے بڑی رقت کے ساتھ فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے کو اپنا مہمان دیکھ کر ہمارے گھر کے در و دیوار خوشی میں جھوم رہے ہیں۔ حضرت میاں صاحب کے ساتھ رہ کر خدمت کرنے کی سعادت محمد ادریس خان صاحب فیض آبادی، منیر احمد صاحب باقی اور ڈاکٹر محمد عارف خان صاحب کو نصیب ہوئی۔ عمومی رنگ میں جملہ خدام نے وقتاً فوقتاً خدمات انجام دیں۔

خطباتِ جمعہ

صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے اپنے دورانِ قیام میں دو جمعہ کی نمازیں پڑھائیں۔ آپ کے خطبوں میں اصلاحِ نفس، اتحاد عمل اور توسیع دین کے لئے جدوجہد کرنے کی تلقین تھی۔ مکرم موصوف نے مقامی جماعت کی دو میٹنگوں میں شرکت فرمائی اور مفید نصائح فرمائیں۔

واپسی

۲۴ ستمبر کی شام کو حضرت صاحبزادہ صاحب بذریعہ طیارہ دہلی تشریف لے گئے۔ کثیر تعداد میں احباب جماعت نے ڈم ڈم ہوائی مستقر پر پہونچ کر اپنے لائق مہمان کو الوداع کہا۔ واللہ خیر حافظاً۔

کلکتہ میں مسجد احمدیہ کے سنگِ بنیاد کی تفصیلی رُوئداد

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد کی صدارت میں جلسہ تعمیر مسجد سے متعلق پُرمغز تقاریر اور اِس کی تاریخ

از مکرم محمد نور عالم صاحب احمدی (بیگوسرائی) کلکتہ

کلکتہ مورخہ ۱۳ر ستمبر ۶۲ء۔ آج جماعت احمدیہ کلکتہ کے لئے یوم جشن تھا۔ یوں بھی کسی مہمان کی آمد "مضامین نشاط" ہوتی ہے اور بقدر ظرف ہر میزبان اپنے مہمان کا استقبال کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہے۔ یہ عام تجربہ ہے کہ میزبان کی خلوص نیتی اور مہمان کی ذاتی عظمت استقبال میں گرمجوشی پیدا کر دیتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کا مہمان عہدِ حاضر کے عظیم انسان کا بیٹا اور ذاتی طور پر بھی نہایت بلند مقام رکھنے والا ہے۔

محترم صاحبزادہ صاحب کا شاندار استقبال

صبح سے ہی مشتاقانِ دید اطراف و جوانب سے کھنچ کھنچ کر ہوڑہ اسٹیشن کی طرف آ رہے تھے۔ ٹھیک وقت پر اطفال، خدام و انصار کا یہ ہجوم ایک باقاعدہ قطار میں منظم ہو گیا۔ پنجاب میل دن کے دس بجکر ۵ منٹ پر پلیٹ فارم نمبر ۸ پر پہنچی۔ سب سے پہلے مکرم مولانا بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ کلکتہ نے آگے بڑھ کر اپنے معزز مہمان کا استقبال کیا۔ آپ کے بعد قائد خدام الاحمدیہ، مظہر احمد صاحب باقی نے اور پھر تمام دوستوں نے فرداً فرداً مصافحہ کیا اور پھولوں کے ہار پہنائے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے ساتھ مکرم ایم اے عبدالقادر صاحب (برما) بھی تشریف لائے۔ اُن کو بھی پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔ مکرم حضرت میاں وسیم احمد صاحب کو لے کر جیپوں اور موٹر کاروں کا یہ قافلہ گیارہ بجے قیام گاہ پر پہونچا۔ شام کے ۵ بجے مکرم عبدالمجید صاحب عاجز ناظر بیت المال قادیان تشریف لائے۔ آپ کا استقبال سیالدہ اسٹیشن پر کیا گیا۔

ایک جلسہ

۱۶ر ستمبر ۱۹۶۲ء (اتوار) صبح نو بجکر ۳۰ منٹ پر انجمن احمدیہ میں مسجد احمدیہ کا سنگِ بنیاد رکھے جانے کی تقریب پر ایک جلسہ منعقد ہوا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے ازراہِ نوازش جلسے کی صدارت فرمائی۔ جب پروگرام الحاج مکرم منشی محمد شمس الدین صاحب کی تلاوت قرآن مجید کے بعد محمد اسمٰعیل صاحب وسیرہ نے کلامِ محمود سے ایک نظم سنائی۔

بعدہٗ ایم۔ اے عبدالقادر صاحب (برما) نے اپنی تقریر میں برما کے جماعتی حالات سنائے۔ اور فرمایا کہ میں وطن واپس جانے کے لئے کلکتہ پہنچا تو محمد نور عالم صاحب احمدی (رفاکسار) کی تحریک پر وطن جانے کا پروگرام ملتوی کر کے قادیان و ربوہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ نے بتایا کہ قادیان پہنچ کر بیت الدعا سے نکلتے ہوئے میری نظر حضرت میاں وسیم احمد صاحب پر پڑی۔ آپ کے چہرے پر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے انوار و اقبال دیکھے پھر ربوہ پہنچ کر آپ کا مجھ کو بچپنا یاد آگیا۔ فرمایا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو بیمار دیکھ کر میرا دل درد و کرب سے بھر گیا، چشم اشک آلود کو تابِ دید نہ رہی اور سوگوارانہ واپس آگیا۔ اس موقعہ پر جو الفاظ آپ نے بیان فرمائے وہ سوز و غم میں اس قدر ڈوبے ہوئے تھے کہ سامعین پر رقت طاری ہو گئی اور بہتوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

آپ کی تقریر کے بعد مکرم ناصر احمد صاحب باقی نے بڑی خوش الحانی سے ایک نظم سنائی۔

ازاں بعد امیر جماعت احمدیہ کلکتہ مکرم مولینا بشیر احمد صاحب فاضل نے بھی تقریر کا آغاز کرتے ہوئے اُن آیات کی تلاوت فرمائی۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بوقت تعمیر کعبہ تلاوت فرمائی تھی۔ سیدنا حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث "خیر القرون قرنی" کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

"خیر القرون کا مقدس دور گذرنے پر مسلمانوں میں غلط عقائد کا رواج پیدا ہوا۔ اُن کے اعمال بگڑ گئے اور یہ قوم اسلام کے صحیح نظریات سے کوسوں دور چلی گئی گویا "چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی" کا نظارہ نظر آنے لگا۔ آپ نے مولینا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ "اُن کے نزدیک عصرِ حاضر کے مسلمان اس لئے کمزور ہو گئے کہ اُن کے سامنے منزلِ مقصود نہ رہی۔ اور اگر بعض مسلمانوں کے سامنے منزلِ مقصود تھی تو وہاں تک پہنچنے کا رستہ معلوم نہ تھا۔ اور اگر بعضوں کو رستہ معلوم تھا تو اس پر چلنے کی سکت اور طاقت نہ تھی۔ اور اگر بعضوں میں قوت و طاقت باقی بھی تھی تو رستہ پر چلانے والا مرکز و امام نہیں تھا۔ غرض یہ کہ علمی، اخلاقی و نظامی قوتوں کا زوال انکی کمزوری کا باعث ہوا۔"

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے آپ نے اظہارِ تشکر کے طور پر فرمایا ہماری خوش نصیبی ہے کہ جن قوتوں کے فقدان کی وجہ سے مسلمان کمزور ہو چکے تھے وہ قوتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دوبارہ ہم کو عطا کر دی گئیں۔ اب ہمارے پاس ہمارا ایک مرکز ہے اور ہمارے درمیان ہمارا امام ہے۔ اثنا موقعہ پر آپ نے حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار خواجہ محمد ناصر صاحب کے ایک کشف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "خواجہ محمد ناصر صاحب نے دیکھا کہ آپ عبادت میں مصروف ہیں کہ یکایک آپ کا کمرہ روشن ہو گیا۔ اور ایک خوش پوش نوجوان آ گئے آیا۔ دریافت کرنے پر نوجوان نے بتایا کہ میں حسن بن مجتبےٰ ہوں اور آنحضرت کی طرف سے ایک نعمت کی خوشخبری دینے آیا ہوں۔ جس نعمت کی ابتداء تجھ سے ہوگی اس کا انجام مہدی موعود پر ہوگا۔" اس کشف کی تعبیر کی وضاحت کرتے ہوئے مزید فرمایا "یہ نعمت اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا کی اور حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کے بطن مبارک سے وہ مبشر اولاد پیدا ہوئی جس کے وجود سے اسلام کا احیاء والسنۃ کر دیا گیا ہے"۔ فاضل مقرر نے فرمایا کہ "حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے طریق عمل سے واضح ہے کہ مساجد کی تعمیر دینِ حق کی ترویج کے لئے نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ ۱۹۳۴ء میں حضور نے جماعت کو تحریک فرمائی کہ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں جہاں جماعتیں قائم ہیں مساجد تعمیر کی جائیں۔ حضور کی اسی تحریک پر دہلی۔ بمبئی اور کلکتہ میں تعمیر مساجد کے لئے اراضی خرید کی گئیں۔ آج کی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا جانا اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے"۔ آپ نے اپنے ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ "غریب خواب میں نے دیکھا کہ کلکتہ کی مسجد پختہ بن گئی ہے۔ اور مکرم منشی محمد شمس الدین صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ کلکتہ بمع دیگر احباب جماعت مسجد کی نو ساختہ عمارت کو دیکھ کر بے حد مسرور نہیں"۔ اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

"یقیناً ہماری یہ مسجد تربیت، اصلاح اور جماعتی اتحاد کے لئے نیک فال ہے"۔

تیسری تقریر

الحاج مکرم مولینا محمد سلیم صاحب فاضل (سابق مبلغ بلاد عربیہ) نے حضرت رسول کریم صلعم کی حدیث من بنیٰ للّٰہ مسجداً بنی اللّٰہ لہٗ بیتاً فی الجنۃ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا "اگر کوئی شخص اللہ تعالےٰ کے لئے مسجد بنائے گا تو اللہ تعالےٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ اس حدیث میں اللہ تعالےٰ کا لفظ قابلِ غور ہے۔ یہ جذبۂ ربانی، حسن نیت اور عزم خالص کی تلقین کرتا ہے۔ چونکہ مسجد بلحاظ عالم روحانیت میں جماعت کی تعمیر کا کام بھی دیتا ہے۔ اس لئے مسجد اور جماعت دونوں چیزیں لازم و ملزوم ہیں۔ لہٰذا تعمیر مسجد اور اس کی آبادکاری ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں"۔ مزید فرمایا۔ "آج کا دن بڑا ہی مبارک دن ہے۔ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور خلیفۂ وقت کے لختِ جگر صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے مبارک ہاتھوں احمدیہ مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا جا رہا ہے۔ مگر قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب پہلے سے سارا شہر مساجد سے بھرا پڑا ہے تو پھر ایک نئی مسجد کے بنانے کی ضرورت کیوں ہے؟ بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا "یاد رکھنا چاہیئے

اسلام بڑی تیز رفتاری کے ساتھ دنیا میں پھیل رہا ہے

(بقیہ صفحہ اوّل)

یہ انسان کی بات نہیں، خدا تعالیٰ کا الہام اور رب جلیل کا کلام ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان حملوں کے دن نزدیک ہیں۔ مگر یہ حملے تیغ و تبر سے نہیں ہوں گے اور تلواروں اور بندوقوں کی حاجت نہیں پڑے گی بلکہ روحانی اسلحہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد اترے گی اور یہودیوں سے سخت لڑائی ہوگی۔ وہ کون ہیں؟ اس زمانہ کے ظاہر پرست لوگ جنہوں نے بالاتفاق یہودیوں کے قدم پر قدم رکھا ہے۔ ان سب کو آسمانی سیف اللہ دو ٹکڑے کرے گی اور یہودیت کی خصلت مٹا دی جائے گی اور ہر ایک حق پوش، دنیا پرست، یک چشم، جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا حجتِ قاطعہ کی تلوار سے قتل کیا جائے گا اور سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے۔ اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسے پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی نہیں، ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں۔ اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کرلیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا، یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے!

(فتح اسلام)

یہ آسمانی تھی بانیٔ سلسلۂ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدائی بشارت پر مشتمل اس اعلان کا ہونا تھا کہ وہ شور قیامت جو اسلام کو نابود کرنے کیلئے برپا کیا جا رہا تھا اور جو ایک لمحہ کیلئے اس اسلامی قرنا کی پُر رعب و پُر شوکت آواز سے یکدم دھیما پڑکر ختم ہوگیا تھا پھر بھڑک اُٹھا۔ اور پھر ہر طرف سے یہی آوازیں آنے لگیں کہ اسلام اب کبھی زندہ نہیں ہو سکتا، یہ آخری دموں پر ہے، اب کوئی اکسیر اور کسی بھی طبیب روحانی کی مسیحائی اس کے تنِ مردہ میں جان نہیں ڈال سکتی۔ شور بڑھتا ہی گیا اور دنیا والوں کے کان جو اس شور کی دھمک سے گُنگ ہو گئے تھے پہلے سے بھی زیادہ بہرے ہو گئے۔ لیکن اسی حال میں آسمانی تقدیر نے بروئے کار آکر اپنا کام شروع کردیا اور نئے دور کے حملوں کی تیاری ہونے لگی۔ اس تیاری کے لئے خدائی بشارت کے مطابق تیغ و تبر اور تلوار اور بندوقوں کی حاجت نہ تھی اس کے لئے روحانی اسلحہ درکار تھا اس کے لئے نالہ ہائے نیم شبی کے ذریعہ خدائے قادر و قدوس کے ساتھ تعلق استوار کرنے کی ضرورت تھی۔ اس کیلئے قربانی و ایثار سے کام لے کر محنت اور جانفشانی کی ضرورت تھی اس محنت

[illegible]

اور جانفشانی کی کہ جس سے جگر خون ہو جائیں۔ اس کے لئے سارے آراموں کو کھو کر ہزاروں ذلتیں قبول کرنے کی ضرورت تھی۔ اس کیلئے اسلام کی راہ میں مرنے اور موت قبول کرنے کے فدیہ ادا کرنے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اسلام کے اُسی بطلِ جلیل نے جس نے اسلام کے نہ صرف زندہ ہونے بلکہ زندہ ہوکر دنیا میں غالب آنے کی یہ بشارت دی تھی اپنے گرد جمع ہونے والے مٹھی بھر انسانوں میں اپنے انفاس قدسیہ سے ایک نئی روح پھونکی اور اس طرح انہیں اسلام کی زندگی کی خاطر یہ فدیہ ادا کرنے کیلئے تیار کیا۔ اس عرصہ میں آسمان آفتاب اسلام کے دوبارہ چڑھنے کو معطل کئے رہا تاکہ یہ مٹھی بھر فدائی فدیہ ادا کرنے کے قابل ہو جائیں۔ چنانچہ بہت جلد وہ وقت آیا کہ اسلام کے اسی بطلِ جلیل کے فرزندِ موعود نے دن رات ایک کرکے اسلام کی خاطر مر مٹنے والے مجاہدین کی ایک فوج تیار کی اور پھر وقت آنے پر اسے اسلامی فتوحات کیلئے مشرق و مغرب میں روانہ کر دیا۔ جب یہ مجاہد آفتاب اسلام کے ظہور کے لئے اپنے سب آراموں کو تیاگ کے اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول کرکے نیکی نیت سے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تو آفتاب اسلام جسے آسمان نے چڑھنے سے معطل رکھا ہوا تھا یکدم طلوع ہونے لگا اور اسلام کی عزت بلند ہوکر اسے دنیا میں غالب کرتی ہوئی نظر آنے لگی۔ وہ شورِ قیامت جو اسلام کی موت کی خبر دینے کیلئے برپا کیا گیا تھا یکدم دھیما پڑنے لگا اور پڑتا ہی چلا گیا حتی کہ نہ ہونے کے برابر شمار ہونے لگا۔ آفتاب اسلام کے طلوع ہونے کی دیر تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ منظر آنکھوں کے سامنے آگیا ؎

> آں نیرِ صداقت چوں رُو بعالم آورد
> ہر بوم شب پرستے در کنج خود خزیدہ

آج جبکہ اس آسمانی بشارت پر ساٹھ ستر سال کا عرصہ ہی گذرا ہے جماعت احمدیہ کے سرفروش مجاہدینِ اسلام کے عظیم الشان کارناموں کے نتیجہ میں مغرب کی وادیاں اذانوں سے گونج رہی ہیں، ملک ملک میں مسجدیں تعمیر ہو رہی ہیں اور بفضلہ تعالیٰ ہوتی ہی چلی جا رہی ہیں۔ کیا افریقہ، امریکہ اور کیا یورپ اور ایشیا سب جگہ اسلام کی پیشقدمی جاری ہے اور عیسائیت برابر پسپا ہو رہی ہے۔ وہی لوگ جنہوں نے اسلام کے نابود ہونے کی خبریں دینے کیلئے شورِ قیامت برپا کر رکھا تھا اب اسلام کے معجزانہ طور پر زندہ ہونے اور پوری قوت کے ساتھ آگے بڑھنے اور دنیا پر چھا جانے کے آثار دیکھ کر حیرت و استعجاب میں پڑے ہوئے ہیں اور اپنی حیرت کا بار بار اظہار کرکے گواہی دے رہے ہیں کہ آج اسلام اس حال میں اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دے رہا ہے کہ دوسرے مذاہب رفتہ رفتہ موت کی آغوش میں کھنچے جا رہے ہیں۔ وہ پھیل رہا ہے اور بڑی تیز رفتاری کے ساتھ پھیلنے والا مذہب تسلیم کیا جا رہا ہے۔ اور برملا اس امر کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ آج اسلام دنیا میں ایک زندہ اور زبردست قوت کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ افریقہ اور ایشیا میں ہی نہیں پھیل رہا بلکہ یورپ اور امریکہ میں بھی لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش بنا رہا ہے۔ الحاصل اس کے اعتراف خود یورپ اور امریکہ کے اہل الرائے اصحاب کی طرف سے آئے دن ہوتے رہتے ہیں اس اعتراف میں حال ہی میں ایک نیا اضافہ ہوا ہے اور وہ ہے امریکہ کے مشہور فلسفہ دان پروفیسر ڈاکٹر ہسٹن سمتھ Dr. Huston Smith کا حقیقت افروز بیان۔ اُنہوں نے "The Religions of man" کے نام سے ایک بہت قیمتی کتاب لکھی ہے جس میں دنیا کے چیدہ چیدہ مذاہب کی علیحدہ علیحدہ تاریخ بیان کرکے ان کی تعلیمات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اور بعد میں رجحانات پر روشنی ڈال کر ان کے مستقبل کے بارہ میں واضح اشارے کئے گئے ہیں۔ اس میں وہ اسلام کا خاصہ تفصیلی ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

"اسلام نے دنیا میں جس زبردست سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی اسمیں بے شک بعد ازاں ایک حد تک جمود کی کیفیت رونما ہوئی۔ لیکن اب اسلام اس جمود اور بے حسی کی حالت سے پھر ابھر رہا ہے۔ کتاب ہذا جن مذاہب کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ ان میں سے بعض مذاہب کے متعلق ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ اب موت سے ہمکنار ہوتے جا رہے ہیں یا یوں کہو کہ اب کالعدم ہونے کو ہیں۔ لیکن اسلام کی یہ حالت نہیں ہے۔ دنیا کے عظیم مذاہب میں سے زمانی اعتبار سے یہ سب کے بعد میں رونما ہونیوالا مذہب اب پھر ایک حد تک جوانی کی سی تب و تاب اور قوت و توانائی کے ساتھ حرکت میں آرہا ہے۔ بحیرِ اوقیانوس میں جبل الطارق کے بالمقابل مراکش سے لیکر مشرق کی جانب مصر کے راستے مشرق وسطیٰ اور پاکستان میں سے ہوتے ہوئے جزائر کاہل میں انڈونیشیا اور پھر فلپائن تک ہم عصر دنیا میں اسلام ایک زبردست قوت کی حیثیت رکھتا ہے۔ قریباً دنیا کے ۴۵ کروڑ باشندے اس کے پیروؤں میں شامل ہیں۔ دنیا کے ہر سات انسانوں میں سے ایک اسلام پر اعتقاد رکھتا ہے پھر یہ افکار و خیالات اور اعمال و افعال کو منظم کرنے میں اپنے پیروؤں کی اتنی تفصیل کے ساتھ راہنمائی کرتا ہے کہ مغربی دنیا میں جس کی مثال نہیں ملتی۔ مزید برآں اسلام خود اپنے آپ کو مضبوط ہی نہیں بنا رہا بلکہ یہ دنیا میں پھیل رہا ہے۔ اور پھیل بھی رہا ہے بڑی تیزی سے۔ سنگ۔۔۔ کے قریب گوئٹے نے ایک نظم لکھی تھی جس میں اُس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک ندی سے تشبیہ دی تھی کہ جوں جوں آگے بڑھتی جاتی ہے ساتھ کے ساتھ پھیلتی بھی جاتی ہے۔ اُس نے لکھا تھا اسی طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے

پیروؤں کو لے کر بڑھتے چلے جا رہے ہیں تاکہ انہیں ازلی باپ (یعنی خدا تعالیٰ) کے حضور باریاب کریں

آج اسلام نہ صرف افریقہ اور جنوب مشرقی ایشیا میں پھیل رہا ہے۔ بلکہ کسی حد تک چین۔ انگلستان اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں بھی لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش بنا رہا ہے۔ بعض کا تو کہنا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ پھیلنے والا مذہب ہے۔ ابھی ۱۹۴۷ء ہی کی بات ہے کہ پاکستان کے نام سے ۸ کروڑ آبادی کی ایک نئی مسلم مملکت معرض وجود میں آئی ہے۔ بعض علاقوں میں جہاں مشنری سرگرمیوں کے اختیار سے اسلام اور عیسائیت کے درمیان مقابلہ ہو رہا ہے اسلام کو ایک کے مقابلے میں دس کی نسبت سے کامیابی ہو رہی ہے۔" (ص۲۳)

کیا آج سے سالہا سال پیشتر یورپ کے عیسائی پادریوں اور رہنماؤں کا یہ شور و غوغا کہ اسلام اب صفحۂ ہستی سے نابود ہونے کو ہے اور کجا آج خود امریکہ کے ایک فاضل مصنف کا یہ اعتراف کہ دوسرے مذاہب تو کالعدم ہوتے دکھائی دے رہے ہیں لیکن اسلام اب پھر اُبھر رہا ہے اور اُبھر بھی رہا ہے جوانی کی تب و تاب اور قوت و توانائی کے ساتھ اور اس اعتماد کے ساتھ کہ وہ دنیا میں غالب آ کر رہے گا۔ چنانچہ وہ اپنی جگہ مضبوط ہی نہیں ہو رہا بلکہ اپنی حدود سے نکل کر پھیل رہا ہے۔ اور بڑی تیز رفتاری سے پھیل رہا ہے اور اس کی اس تیز رفتاری کو دیکھ کر اغیار یہ تک کہنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ آج دنیا میں اسلام سب سے تیز رفتاری کے ساتھ پھیلنے والا مذہب ہے یہ پھیل رہا ہے افریقہ میں، یہ پھیل رہا ہے ایشیا میں، یہ پھیل رہا ہے یورپ میں اور یہ پھیل رہا ہے امریکہ میں۔ الغرض ہر سمت میں۔ اور ہر جگہ اس کی پیش قدمی جاری ہے۔ اور نہ صرف یہ پھیل رہا ہے بلکہ عیسائیت کے مقابلے میں پھیل رہا ہے اور اسے شکست دینے کے نتیجے میں پھیل رہا ہے اگر ایک شخص عیسائی ہوتا ہے تو اس کے بالمقابل دس افراد اسلام قبول کرتے ہیں۔ اگر مغربی دنیا کے اخبارات اور رسائل کے جدید لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے۔ تو یہ حقیقت منکشف ہوئے بغیر نہیں رہتی کہ دنیا میں شور و غوغا اب بھی ہے لیکن یہ اسلام کے نابود ہونے کا نہیں بلکہ خود عیسائیت کی ناکامی اور اس کے اعتراف کا شور و غوغا ہے یا پھر اس ناکامی پر واویلا اور داحسرتا کی آہ و بکا اور نالہ و شیون کا شور و غوغا ہے جو سننا پڑتا ہے۔ اور دنیا کے لئے ماننے کے سوا چارہ بھی نہیں کہ نہایت درجہ مخالف حالات اور انتہائی مایوسی کے عالم میں فتح اسلام کی بشارت دینے والا اسلام کا بطل جلیل برحق ہے۔ اور اس کا اعلان گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود کا مصداق۔

کتنا عظیم الشان انقلاب ہے جو نشانِ صداقت کے طور پر رونما ہوتے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کیا کہنے وہ مقدس اصحاب مسیح پاک جنہوں نے یہ بشارت اپنے کانوں سے سنی اور ایمان لائے۔ اور یقیناً مبارک ہیں ہم بھی جو اپنی آنکھوں سے اس بشارت کو پورا ہوتے دیکھ کر ایمان و یقین کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

لیکن اپنی خوش بختی کا احساس کرتے ہوئے ہمیں یہ امر فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ آفتاب اسلام از سرنو ابھی طلوع ہونے ہی لگا ہے۔ اور ابھی صرف صبح صادق کا اُجالا ہی آسمان کی فضا سے شب سیہ پر نمودار ہوا ہے۔ ابھی اسے پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہونے کے بعد بلند ہوتے ہوتے نصف النہار پر پہنچنا ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے وہیں قیام پکڑنا ہے۔ جو آسمان مصلحتاً پہلے اسے چڑھنے سے روکے رہا ہے۔ وہ اسے بلند ہونے سے اس وقت تک روکے رہے گا جب تک کہ مسلسل اور لگاتار محنت و جانفشانی سے ہمارے اور ہماری آئندہ نسلوں کے جسم نگون نہ ہو جائیں۔ اور ہم پہلے سے زیادہ مستعدی اور عزم کے ساتھ اس کے بلند ہونے کی خاطر اپنے سارے آراموں کو قربان نہ کر دیں اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو جائیں اور اسی راہ میں فنا ہو کر اسلام کی حیاتِ نو کا فدیہ ادا نہ کر دیں۔ مر مٹنے اور فنا ہونے کی یہی وہ حالت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔ اسی لئے سیدنا محمود ایدہ اللہ الودود فرماتے ہیں اور بڑے درد اور محبت سے فرماتے ہیں۔

کام مشکل ہے بہت منزل مقصود ہے دُور
اے مرے اہل وفا سُست کبھی گام نہ ہو

(بشکریہ رسالہ انصار اللہ ربوہ بابت ماہ ستمبر ۱۹۶۲ء)

یادِ رفتگان

مکرم رستم علی خاں صاحب آف لکھنؤ کی وفات

مکرم رستم علی خاں صاحب بڑے مخلص اور جوشیلے احمدی تھے۔ آپ کا اصل وطن شاہجہان پور تھا۔ اور قریباً عرصہ بیس سال سے لکھنؤ میں مستقل رہائش رکھتے تھے۔ مورخہ ۲۱ ستمبر کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم نے شاہجہانپور میں ہی عالم شباب میں احمدیت قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور آخری دم تک نہایت اخلاص کے ساتھ احمدیت پر قائم رہے۔

آپ کے بڑے بھائی مکرم اکبر علی خاں صاحب آپ سے پہلے احمدیت میں داخل ہو چکے تھے۔ ان کی انتہائی خواہش اور تمنا تھی کہ ان کا چھوٹا بھائی بھی اس روحانی رشتہ میں پرو دیا جائے۔ اُن دنوں خاں صاحب مرحوم خاص طور پر مولوی آغا خاں صاحب شاہجہان پور کے زیر اثر تھے۔ مولوی آغا خاں صاحب نے مرحوم کو مولوی ثناء اللہ صاحب کی کچھ تحریرات دیں۔ اور کہا آج حافظ مختار میاں صاحب کے پاس جاؤ اور ان کے جواب کا مطالبہ کرو۔

جناب رستم علی خاں صاحب حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی تحریرات سامنے رکھیں۔ اور جواب کے طالب ہوئے۔

حضرت حافظ صاحب نے فرمایا۔ میاں خاں صاحب! پیش کردہ حوالہ جات کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات سے موازنہ کر کے دیکھ لو کہ آیا لکھنے والے نے اور حوالہ دینے والے نے راستبازی۔ ایمانداری۔ دیانتداری اور خدا ترسی سے بھی کام لیا یا کہ نہیں

حضرت حافظ صاحب کی ان باتوں کا مرحوم پر اتنا گہرا اثر ہوا۔ کہ انہوں نے موازنہ کیا اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے کذب و افتراء کی سب قلعی کھل گئی۔ اور احمدیت کی صداقت آپ پر روشن ہو گئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

خاں صاحب مرحوم مخلص احمدی تھے تبلیغ و تربیت ان کا دن رات کا مشغلہ تھا۔ ہر جماعتی پروگرام میں پیش پیش رہتے تھے۔

میں لکھنؤ میں مارچ ۱۹۶۱ء میں آیا تھا۔ جب سے اب تک یہی دیکھا کہ جمعہ میں سب سے پہلے تشریف لاتے۔ رمضان المبارک میں نماز تراویح کچھ باوجود معمر ہونے کے سخت پابندی فرماتے۔ تولی و مرکزی جلسوں کا خاص اہتمام فرماتے اور سب سے پہلے تشریف لاتے۔

پچھلے سال جب مرکز کی طرف سے یوم تبلیغ منایا گیا۔ تو اس موقعہ پر مکرم رستم علی خاں صاحب اور خاکسار شہر کے اہم حصوں میں بغرض تبلیغ گئے اس دن محترم خاں صاحب بہت ہی خوش و خرم سے اور بار بار کہا آج محترم شیخ خیر الدین صاحب مرحوم کا زمانہ یاد آ گیا۔ وہ بھی اسی طرح تبلیغ کیا کرتے تھے۔ اور کروایا کرتے تھے

اس عاجز کو جب بھی آپ کی ملاقات کرنے اور بعض جماعتی امور میں مشورہ کے لئے آپ کے ہاں جانے کا موقعہ ملا ہمیشہ آپ کو تفسیر کبیر یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف پایا۔

اکثر فرماتے درحقیقت لوگوں کا خدا تعالیٰ کی ذات پر کامل ایمان نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ پر یقین کامل ہو۔ تو مسلمان فوراً احمدیت قبول کر لیں۔

نمازوں میں باقاعدگی۔ روزوں کا التزام حسب توفیق چندوں کی پابندی میں اپنی مثال آپ تھے۔ افسوس جولائی کے پہلے ہفتہ میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ میڈیکل کالج لکھنؤ میں زیر علاج رہے۔ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بزرگانِ سلسلہ و احباب جماعت کی خاص دعاؤں کے طفیل جبکہ ظاہری حالات مایوس کن تھے شفایاب ہو گئے یہاں تک کہ چلنے پھرنے لگے۔ اور گھر سے اکیلے بازار اپنے ایک احمدی دوست سے ملنے گئے۔ لیکن چونکہ وقت پورا ہو چکا تھا۔ اس لئے اچانک مورخہ ۲۱/۹/۶۲ بروز جمعۃ المبارک داعی اجل کو لبیک کہا اور ہم سے ہمیشہ ہمیش کے لئے جدا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے آمین۔ اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

خاکسار منظور احمد مبلغ لکھنؤ

احمدیہ مسلم مشن حیدرآباد دکن کی ماہ ستمبر ۶۲ء کی کارگذاری کا خلاصہ

(مرتبہ: مکرم [illegible] صاحب مالاباری اسسٹنٹ انچارج احمدیہ مسلم مشن)

احمدیہ دار التبلیغ حیدرآباد دکن کے ماتحت ماہ ستمبر میں جو تبلیغی، تعلیمی اور تربیتی خدمات سر انجام دینے کی توفیق ملی اس کی مختصر رپورٹ پیش خدمت ہے۔

تبلیغی پروگرام حسب پروگرام خدام الاحمدیہ کے زیر اہتمام ایک جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکرم جناب سید حسین صاحب کے مکان بمقام کاچی گوڑہ منعقد ہوا (یہ ایسا مقام ہے جہاں غیر از جماعت افراد کے ساتھ اکثر تبادلہ خیالات ہوتا رہتا ہے) یہ جلسہ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے زیر صدارت مکرم چوہدری مبارک علی صاحب مشنری انچارج آندھرا پردیش منعقد ہوا۔ تلاوت و نظم کے بعد خاکسار نے تعارفی تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ اس ماہ میں جماعت احمدیہ کے زیر اہتمام منعقدہ یہ چوتھا جلسہ ہے جس میں حضرت نبی پاک صلعم کی سیرت و مناقب بیان کئے جاتے ہیں۔ نیز بتایا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اپنے عملی نمونہ کے ذریعہ ثابت کر دیا کہ آنحضرت صلعم کی مکمل پیروی اور اطاعت کے ذریعہ انسان کہاں تک ترقی کر سکتا ہے۔ اس کے بعد مکرم سید یوسف حسین صاحب نے نبی اکرم صلعم کے نام کو بلند کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کی طرف سے کی جانے والی کوششوں کا ذکر کیا۔ بعدہ مکرم سید جعفر حسین صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ایڈووکیٹ و پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ شادنگر نے آنحضرت صلعم کی مکی و مدنی زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے ثابت کیا کہ آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے بتائے ہوئے لائحہ عمل پر کام کرنے والی اور اپنے اندر ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کرنے والی کوئی جماعت دنیا میں ہے تو وہ صرف اور صرف جماعت احمدیہ ہے۔ اس کے بعد مکرم جناب میر احمد صادق صاحب ایم۔ اے نے نہایت ہی پُر لطف اور پُر جوش تقریر کی۔ جس میں آیۃ قرآنی والضحیٰ و اللیل اذا سجیٰ ما ودعک ربک وما قلیٰ کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلعم اور آپ کی جماعت کو کس قدر نمایاں کامیابی اور تائید و نصرت سے نوازا۔ تقریر کے دوران انہوں نے بتایا کہ اس زمانہ میں بھی جبکہ مسلمان گمراہی اور ضلالت میں پڑے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انہیں نہیں چھوڑا بلکہ ان کی ہدایت کے لئے اس زمانہ میں مسیح موعود علیہ السلام کو بھیج کر اپنے وعدہ ما ودعک ربک وما قلیٰ کو نہایت احسن رنگ میں پورا فرمایا۔ اس کے بعد صدر جلسہ نے آنحضرت صلعم پر درود بھیجنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے عمدہ پیرایہ میں درود شریف کی فضیلت اور برکت بیان کی۔ آپ نے بتایا کہ جماعت احمدیہ پر دشمنوں اور مخالفوں کی طرف سے یہ الزام اور بہتان لگایا جا رہا ہے کہ جماعت احمدیہ حضرت نبی کریم صلعم کو خاتم النبیین تسلیم نہیں کرتی۔ حالانکہ جس شدت اور خوبی سے احمدیہ جماعت حضور کو خاتم النبیین یقین کرتی ہے ہمارے مخالف اس کا عشر عشیر بھی نہیں سمجھتے۔

صدارتی تقریر کے بعد یہ جلسہ ٹھیک دو بجے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ لاؤڈ سپیکر کا عمدہ انتظام تھا۔ جس کی وجہ سے جلسہ کی کارروائیوں سے دور دور بیٹھ کر بھی موافق و مخالف خیالات کے لوگ استفادہ کرتے رہے۔

ان اجتماعی پروگراموں کے علاوہ مشن ہاؤس واقع جوبلی ہال افضل گنج میں بھی انفرادی طور پر روزانہ گفتگو اور مکالمہ ہوتا رہتا ہے جس کا خدا کے فضل و کرم سے اچھا اثر پڑ رہا ہے۔ زیر تبلیغ افراد اکثر مشن ہاؤس میں تشریف لا کر مختلف مسائل پر گفتگو کرتے رہتے ہیں۔

بیعتیں مورخہ ۲۶ ستمبر کو تین افراد بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو استقامت بخشے اور سلسلہ کے لئے مفید وجود بنائے۔ آمین۔

آندھرا پردیش کے نئے گورنر سے جماعت احمدیہ کے ایک وفد کی ملاقات

جیسا کہ شائع ہو چکا ہے۔ کہ مورخہ ۱۹ ستمبر صبح ۹½ بجے جماعت کے ایک وفد نے آندھرا پردیش کے نئے گورنر صاحب مسٹر جنرل نگیش سے ملاقات کی۔ اس موقعہ پر گورنر صاحب کی خدمت میں قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ پیش کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کے دینی مشاغل اور حکومت کے ساتھ اس کے تعاون کے متعلق تفصیل سے گفتگو ہوئی۔ جو قریباً ۳۰ منٹ تک جاری رہی۔

اسی طرح گورنر صاحب کے اسسٹنٹ ملٹری سیکرٹری سری وینکٹ رام کو بھی ان کی درخواست پر قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ دیا گیا۔ اور ساتھ ہی کچھ احمدیہ لٹریچر بھی پیش کیا گیا۔ جنہیں انہوں نے بخوشی قبول کیا۔ اور مطالعہ کا وعدہ کیا۔

تربیتی پروگرام

حسب سابق روزانہ شکر گنج اور لال ٹیکری میں باقاعدہ بچوں اور بچیوں کو قرآن کریم ناظرہ دینی مسائل اور نماز مترجم پڑھانے کا پروگرام جاری ہے۔ جس سے قریباً ۲۵ اطفال استفادہ کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ سر سلطنت مکرم مشنری انچارج صاحب نے مختلف محلوں میں درس قرآن کریم جاری رکھا ہوا ہے۔ جس کا بفضلہ تعالیٰ اچھا اثر ہے۔ اور درس القرآن میں غیر احمدی دوست بھی بہت شوق سے حاضر ہوتے ہیں۔ اور درس کے بعد دیر تک تبادلہ خیالات بھی ہوتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر نتائج پیدا کرے۔ آمین۔

ماہ رواں میں خدام الاحمدیہ کی طرف سے دو تربیتی اجلاس منعقد ہوئے۔ پہلا اجلاس خاکسار کی زیر صدارت مورخہ ۲۳ ستمبر کو جوبلی ہال میں منعقد ہوا۔ تلاوت، نظم اور عہد کے بعد مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب فاضل نے بعنوان "ہماری ذمہ داریاں" تقریر کی۔ جس میں انہوں نے ایک خادم ہونے کی حیثیت سے جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں کا تفصیل سے ذکر فرمایا۔ دوسری تقریر بعنوان سیرۃ طیبہ تقریر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کا خلاصہ خاکسار نے سنایا۔ قریباً دو گھنٹہ کے بعد یہ اجلاس بخیر و خوبی ختم ہوا۔

دوسرا اجلاس مورخہ ۳۰ ستمبر بروز اتوار جوبلی ہال میں خاکسار کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں بھی مکرم کریم الدین صاحب فاضل نے سیرۃ طیبہ کا خلاصہ سنایا۔ بعدہٗ خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف فتح اسلام کو (جو انہی ایام [illegible] کتنی) کا خلاصہ سوال و جوابات کی صورت میں پیش کیا۔

(۳) حسب سابق اس ماہ کے آخری جمعہ میں بھی بعد نماز جمعہ جماعت احمدیہ سکندرآباد کے زیر اہتمام ایک تربیتی اجلاس زیر صدارت مکرم غلام قادر صاحب اشرف منعقد ہوا۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت امیر المومنین کی بعض تقریروں میں سے اقتباسات پڑھ کر سنائے گئے۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ الہ دین بلڈنگ میں روزانہ نماز تہجد باجماعت ہوتی ہے۔ اور بعد نماز فجر تفسیر کبیر کا درس بھی ہوتا ہے۔

اس قسم کے تربیتی پروگراموں کو کامیاب بنانے میں مکرم بشیر الدین الہ دین صاحب سیکرٹری تعلیم و تربیت سکندرآباد کا بڑا تعاون ہے خدا تعالیٰ جزائے خیر دے۔ آمین

دیگر۔ ماہ رواں میں مکرم انچارج صاحب مشن نے حیدرآباد میں تین اور خاکسار نے ایک حیدرآباد میں اور دو سکندرآباد میں خطبہ جمعہ پڑھائے۔ ان خطبات میں حضرت امیر المومنین کے خطبہ جات پڑھ کر سنائے جاتے ہیں (باقی صفحہ پر)

گلدستہ — جس کے چند پھول مرجھا گئے

از مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی درویش - قادیان

(قسط ۶)

(۱۵)

بمبئی کی ایک پرفیومری کمپنی اخبارات میں ایک اشتہار ”عطر مجموعہ“ کے نام سے دیا کرتی ہے جسے کئی عطروں کے امتزاج سے تیار کیا جاتا ہے۔ گلاب کا عطر۔ چنبیلی کا عطر۔ عطر حنا وغیرہ کئی قسم کے عطروں کا مجموعہ جو کافی عمدہ اور مشہور ہے۔ گلاب کا پودا الگ قسم کا ہوتا ہے۔ اس کے پھول کے رنگ و بو میں ایک عجیب کیف ہوتا ہے۔ اور جمالیاتی حس رکھنے والوں کے لئے یہ پھول ایک روحی سرخوشی مہیا کرتا ہے۔ چنبیلی کا پودا ایک دوسری قسم کا ہوتا ہے جس کے پھولوں کا رنگ اور ان کی خوشبو گلاب کے پھول سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ لیکن اپنی ذات میں اس کے اندر بھی ایک کشش ہوتی ہے ایک حسن ہوتا ہے۔ اور ایک سامان کیف و سرور ہوتا ہے۔ اور یہی حال عطر حنا کا ہے لیکن یہ ساری چیزیں جن کی شکلیں اور بوئیں مختلف ہوتی ہیں۔ اپنے اندر ایک کیف مشترک رکھتی ہیں جو دل و دماغ کو لذت و سرور بخشتا ہے۔ اور ان کا امتزاج واقعی اپنے اندر دلکشی رکھتا ہوگا

لیکن جس ”عطر مجموعہ“ کا میں ذکر کر رہا ہوں اشتہاری عطر مجموعہ کی اس کے سامنے کیا حقیقت ہے! یہ گلدستہ جو باغ عالم کے مالی نے قادیان کی بستی کے اس الگ تھلگ سے کونے میں سجایا۔ اس میں بھی مختلف قسم کے پھول تھے۔ کوئی جنوبی ہند سے لایا گیا تھا اور کوئی شمالی ہند سے کوئی مشرقی ہند سے لایا گیا تھا اور کوئی مغربی ہند سے۔ اور یوں یہ متنوع اور خوش رنگ اور خوشبودار پھولوں کا گلدستہ سجایا گیا۔

سنہ ۴۷ء کے آخر سے سنہ ۵۰ء کے اوائل تک ایک ساٹھ سالہ بوڑھا دن کے تمام اوقات بہشتی مقبرہ میں چاردیواری کے اندر اور سڑکوں پر جھاڑو دیتے اور صفائی کرتے نظر آیا کرتا تھا۔ گرد و غبار سے بال۔ چہرہ اور کپڑے اٹے ہوئے اور زبان ذکر الٰہی میں مسلسل، اور اوراد و تلاوت قرآن کریم میں مصروف جنبش۔ یہ میاں اللہ دتہ صاحب ولد میاں شہباز خان صاحب تھے۔ جو دوالمیال ضلع جہلم کے رہنے والے تھے اور خدمت مرکز کی سعادت پانے کیلئے یہاں آگئے تھے وہ اپنے سارے ماحول سے منقطع رہ کر نہایت استغراق سے اللہ تعالیٰ سے لو لگائے اپنی درویشی کا زمانہ گذار کر وفات پا گئے۔ نماز روزہ اور تہجد کے پابند تھے۔ اپنی جائے رہائش سے نکل کر مسجد اور مقبرہ بہشتی کے علاوہ کبھی کہیں نہیں جاتے تھے۔ صبح کی نماز پڑھ کر جھاڑو ٹوکری لئے بہشتی مقبرہ میں پہنچ جاتے اور غروب آفتاب تک اکثر انہیں وہیں مصروف کار دیکھا جاتا۔ اتنے خلوص اور شفقت سے صفائی کرتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ بہشتی مقبرہ میں کسی کی آمد آمد ہے اور وہ راستہ صاف کر رہے ہیں۔

مگر کسے معلوم تھا کہ وہ اپنے لئے ہی راستہ صاف کرتے تھے۔ اور جب ۲/۵۰ء کو ان کی وفات ہوئی اور ان کی نعش ان راستوں سے گذری تو مرحوم کی اس خدمت کو یاد کر کے ہمارے دلوں سے دعائیں نکل نکل گئیں۔ کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ مرحوم بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص میں سپرد خدا کئے گئے۔

(۱۶)

زندگی کیا ہے —؟ ایک ٹرین ہے جس میں ہم سب سوار ہو کر عالم آخرت کی طرف رواں رواں ہیں۔ جس کا ٹکٹ جس سٹیشن تک کا ہوتا ہے وہ وہیں اتر جاتا ہے اور ٹرین آگے روانہ ہو جاتی ہے۔ قطع منزل کے اوقات مختلف سہی لیکن حد منزل ہم سب کی ایک ہے۔ اور دنیا کے اربوں انسانوں کا ایک بہت بڑا قافلہ عالم آخرت کی طرف بڑھ رہا ہے اور یہ جتنا چلا جائے گا کچھ مسافر اترتے رہیں گے اور نئے مسافر سوار ہوتے رہیں گے اور یہ رہگذر یونہی سینۂ زمین پر لیٹی رہے گی۔

ہمارے ایک درویش بھائی میاں احمد الدین صاحب ولد حکیم اللہ بخش صاحب سکنہ بیج ہالی ضلع گورداسپور تھے جو تقسیم ملک سے کافی عرصہ قبل بھی قادیان میں رہائش پذیر تھے۔ ہمارے ساتھ بارہ منزلیں طے کرنے کے بعد وہ اچھی بھلی صحت و توانائی کی حالت میں اچانک بیمار ہو گئے اور ۱۶/۷/۵۹ء کو امرتسر کے وی۔ جے ہسپتال میں وفات پا گئے۔ اور نعش ٹرک کے ذریعہ قادیان لا کر بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص میں دفن کی گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ایک خاموش طبیعت سادہ مزاج اور نیک طینت درویش تھے۔ شروع درویشی میں درویشی وظیفہ لیتے رہے۔ لیکن سنہ ۵۰ء میں صدر انجمن احمدیہ کی تحریک پر اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ شروع ایام میں چند بکریاں بھی پالی ہوئی تھیں اور صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر میں ڈیوٹی بھی دیتے رہے تھے لیکن فراغت کے بعد عطاری کی دکان کھولی تھی۔ مختلف قسم کے عرق نکال کر اور اچار مربہ وغیرہ تیار کر کے بیچا کرتے تھے۔ اور اجرت پر مولوی عبدالواحد صاحب درویش دکاندار کی دکان پر بھی کام کیا کرتے تھے۔ مجرد تھے گذارہ ہو جاتا تھا۔ مرحوم نے یکے بعد دیگرے دو شادیاں تقسیم ملک سے قبل کی تھیں لیکن دونوں کا نباہ نہ ہو سکا تھا۔ درویشی میں تجرد کی زندگی گذار رہے تھے۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل مرحوم شادی کرانے کی کوشش کر رہے تھے۔ چنانچہ اسی امید پہ کچھ زیور بھی تیار کروا لیا تھا مگر پیغام اجل اچانک آ پہنچا۔

مرحوم نے ۱۲/۷/۵۹ء کو مولیوں کے ساتھ روٹی کھالی تھی اور غالباً مولیاں کثیر تعداد میں کھا کر پانی پی لیا تھا۔ اس سے بیمار ہو گئے۔ پیٹ میں شدید درد اور اپھارہ ہو گیا۔ پاخانہ بند ہو گیا احمدیہ ہسپتال میں علاج کیا گیا جو کارگر نہ ہوا۔ اسلئے ۱۶/۷/۵۹ء کو امرتسر لیجا کر وی جے ہسپتال میں داخل کروایا گیا۔ لیکن وفات کا وقت آ چکا تھا لہٰذا ساری کوششیں ناکام رہیں اور اسی روز تیسرے پہر مرحوم وفات پا گئے۔

میاں عبدالرحیم صاحب درویش (دیانت سوڈا واٹر فیکٹری) جو مرحوم کے بہنوئی ہیں نے بتایا کہ تقسیم ملک سے قبل موضع بیج ہالی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت منشی ... خان صاحب رضی اللہ عنہ بھی تھے جو پنجابی زبان کے شاعر تھے اور سوالنمری اور چمکار احمدی وغیرہ کے مصنف تھے۔ حضرت منشی صاحب کی ایک لڑکی کے سوا کوئی اولاد نہ تھی۔ منشی صاحب جن ایام میں فوت ہوئے احمدیت کی مخالفت زوروں پر تھی۔ اور اس گاؤں میں منشی صاحب اور میاں احمد الدین صاحب درویش کے والد حکیم اللہ بخش صاحب کے سوا کوئی احمدی نہ تھا۔ چنانچہ منشی صاحب کے غیر احمدی رشتہ دار چاہتے تھے کہ ان کی نعش گاؤں کے قبرستان میں دفنا دی جائے۔ لیکن چونکہ منشی صاحب موصی تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اسلئے میاں احمد الدین صاحب کے دل میں جوش اٹھا کہ جیسے بھی ہو نعش کو قادیان پہنچنا چاہیئے۔ ان کے والد حکیم اللہ بخش صاحب بھی اتفاق سے کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ تاہم میاں احمد الدین صاحب نے ہمت کر کے کسی دوست کی بیل گاڑی حاصل کی اور رات کے وقت چوری چھپے نعش رکھا اور راتوں رات قادیان پہنچا دیا۔ اور یہ بڑی جرأت اور ہمت کا کام تھا۔

اسی بنا پر گاؤں کی مخالفت شدید ہوئی۔ اور میاں احمد الدین صاحب کے والد صاحب کو اپنے گاؤں سے ہجرت کر کے مستقل طور پر قادیان آجانا پڑا تھا۔ اس وقت قادیان میں مرحوم کی ایک بھانجی (اہلیہ مولوی بشیر احمد صاحب بانگری درویش) ہے۔ اور ان کی ایک ہمشیرہ (اہلیہ میاں عبدالرحیم صاحب دیانت درویش) ربوہ میں ہے۔

(۱۷)

محترم باپ نے اپنے اکلوتے فرزند کو اپنے لخت جگر کو اور اپنے بڑھاپے کی خوش آئند امیدوں کی آماجگاہ کو محض خدمت مرکز کے جذبہ سے اپنے سے جدا کرنا منظور کر لیا تھا۔ اور ماں نے اپنے جگر گوشہ کو الوداع کہتے ہوئے تاکید کی تھی۔ دیکھو بیٹا! تم قادیان جا رہے ہو۔ کبھی کسی افسر کے حکم کا انکار نہ کرنا اور کبھی خدمت سلسلہ میں پیٹھ نہ دکھانا —!

یہ دعا اور ہدایت لے کر والدین کا اکلوتا فرزند یہاں پہنچا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد فسادات شروع ہو گئے۔ جن کی زد سے قادیان بھی نہ بچ سکا۔ بیرونی محلے خالی ہو چکے تھے اور شہر کی اندرونی آبادی بھی خطرے میں تھی۔ مسجد اقصیٰ سے جانب غرب کا محلہ چاروں طرف سے خطرات میں گھرا ہوا تھا۔ اور بالخصوص بے بس خواتین کو نکال کر محفوظ مقام پر پہنچانے کا کوئی انتظام نہ تھا سوچ سوچ کر آخر یہ انتظام کیا گیا کہ مسجد اقصیٰ کے شمال لالہ کونے بیہولان کے کوارٹر کی دیوار پر لمبے تختے رکھے جائیں اور ادھر گلی کے اس پار والے مکان کی سنڈیر پہ۔ اور اس طرح گھری ہوئی خواتین کو مسجد اقصیٰ میں لے آیا جائے جو ادھر ایک مکان میں محصور تھیں۔

چنانچہ اسی ڈیوٹی پر میاں غلام محمد صاحب کو مقرر کیا گیا تھا جو سیالکوٹ شہر کے ایک مخلص غریب احمدی مستری غلام قادر صاحب کا اکلوتا فرزند تھا۔ میاں غلام محمد جو ایک مخلص نوجوان تھا اور بڑے دل گردے کا مالک تھا عین خطرے کے موقع پر جبکہ ایک طرف سے گولیاں چل رہی تھیں یہ فرض انجام دینا شروع کیا اور بڑی ہمت و جرأت سے ایک ایک خاتون کو کھینچ کھینچ کر اور تھام تھام کر مسجد اقصیٰ کی طرف اتارنا شروع کیا۔ گولیاں متواتر چلتی رہیں اور وہ موت کے اندیشہ سے بے نیاز ہو کر ”بیٹا! پیٹھ نہ دکھانا“ پر عمل کرتا رہا آخر ایک گولی موت کا پیغام لئے اس کے سینے میں پیوست ہو گئی۔ اور وہ شہید ہو کر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اور اپنے نام کو تاریخ احمدیت میں ایک خاص مقام دے گیا ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

یہ سخت خطرے کے ایام تھے۔ کرفیو لگا ہوا تھا اور نعش کو بہشتی مقبرہ میں لیجا کر دفن کرنا ممکن نہ تھا چنانچہ مرحوم کو مسجد اقصیٰ سے جانب شرق (دفاتر صدر انجمن احمدیہ کے جانب جنوب) سپرد خاک کر دیا گیا بعد ازاں سنہ ۵۴ء میں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خاص اجازت سے مرحوم کی نعش (جس کی محض ہڈیاں رہ گئی تھیں) وہاں سے نکال کر بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص میں دفن کر دی گئی۔ مرحوم موصی نہ تھا۔ لیکن مرحوم کی اس عظیم الشان خدمت کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ... [illegible]

چندہ جلسہ سالانہ

(کی وصولی)

جلسہ سالانہ سے قبل ہونی ضروری ہے

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ)

امسال ہمارا جلسہ سالانہ ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ ردسمبر کو منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں ہندوستان کے احباب کے علاوہ بیرونی ممالک سے بھی زائرین شرکت فرمادیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس بابرکت اجتماع میں زیادہ سے زیادہ احبابِ جماعت کو شامل ہونے کی توفیق بخشے اور تمام شامل ہونے والے احباب جلسہ سالانہ کی برکات سے وافر حصہ پائیں۔ آمین۔

جلسہ کے انتظامات کی تکمیل میں اب صرف اڑھائی ماہ باقی ہیں۔ چندہ جلسہ سالانہ کی ادائیگی اسی طرح فرض ہے جس طرح کہ حصہ آمد اور چندہ عام بسیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارک سے یہ چندہ جاری ہے اور اس کی شرح ہر دوست کی سال میں ایک ماہ کی آمد کا دسواں حصہ یا سالانہ آمد کا ۱/۱۲۰ حصہ بطور لازمی چندہ کے مقرر ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق اس چندہ کی سو فیصدی وصولی جلسہ سالانہ سے قبل ہونی ازبس ضروری ہے۔ تاکہ جلسہ سالانہ کے کثیر اخراجات کا انتظام بروقت سہولت کے ساتھ ہو سکے۔

اب تک وصولی چندہ جات کی پوزیشن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکثر جماعتہائے احمدیہ ہندوستان نے تا حال اس چندہ کی ادائیگی کی طرف کما حقہٗ توجہ نہیں دی اور بعض جماعتوں کی طرف سے ابھی تک اس مد میں کوئی رقم وصول نہیں ہوئی۔

لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ سے تمام احبابِ جماعت۔ عہدیداران اور مبلغین صاحبان کی خدمت میں درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اس چندہ کی وصولی کی طرف خاص توجہ دیں اور فرض شناسی کا ثبوت دیں۔ اور عنداللہ ماجور ہوں۔ اور کوشش کریں کہ چندہ جلسہ سالانہ کی سو فی صدی وصولی ہو کر رقوم آخر اکتوبر یا زیادہ سے زیادہ شروع نومبر تک مرکز قادیان میں پہنچ جائیں۔ تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز پر جمع ہونے والے مہمانوں کی مہمان نوازی میں کوئی دقّت پیش نہ آئے۔

اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے جملہ احباب کو اس امر کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

زکوٰۃ (۱) زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم اور بنیادی رکن ہے (۲) ہر صاحبِ نصاب پر اس کی ادائیگی فرض ہے (۳) کوئی دوسرا چندہ زکوٰۃ کا قائم مقام تصور نہیں کیا جا سکتا (۴) زکوٰۃ مضروب کے مال کو پاک کرتی ہے۔ (۵) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی رو سے زکوٰۃ کی تمام رقوم مرکز میں آنی چاہئیں۔

ناظر بیت المال قادیان

تحریک جدید دفترِ دوم کا انیس ۱۹ سالہ سرٹیفکیٹ

اس یادگاری دستاویز کو حاصل کرنا ان تمام افراد جماعت کے لئے موجب ثواب و برکت ہے جو دفتر اول میں شریک نہیں ہو سکے۔ اس لئے احباب ابھی سے اپنے انیس سالہ مالی مجاہدہ ۱۹۴۴ء تا ۱۹۶۲ء کا جائزہ لیں تا اس صدقہ جاریہ کے عظیم الشان ثواب میں حصہ دار ہوں۔

سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:۔

"ہر دور کے بعد انیس سالہ کتاب شائع کی جائے۔"

اور فرمایا:۔

"انیس سال میں میں نے جو حکمت رکھی تھی میں اسے بدلنا نہیں چاہتا۔ ہر دور کے بعد ایک کتاب لکھی جائے جس میں تمام حصہ لینے والوں کے نام محفوظ کئے جائیں۔ اور اس کتاب کو جماعت کی لائبریریوں اور مساجد میں رکھا جائے۔ تاکہ آئندہ آنے والے اسے پڑھیں۔ اپنی قربانیوں کا ان سے مقابلہ کریں اور دیکھیں کہ انہوں نے کس روح سے کام کیا ہے۔"

(خطبہ ۲۷ نومبر ۱۹۵۰ء)

دفتر دوم کا اُنیسواں سال شروع ہونے والا ہے۔ احباب اپنے اپنے حسابات کا جائزہ لیں اور جو کمی رہ گئی ہے اس کو ابھی سے پورا کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالےٰ آپ سب کے ساتھ ہو۔

وکیل المال تحریک جدید قادیان

سبکدوشیٔ آخرت کا خیال

زندگی کا کوئی اعتبار نہیں

محترم سید عبد الحلیم صاحب بھونگڑہ موصی نمبر ۲۹۶۰ مرحوم نے اپنے خط مورخہ ۵-۶-۶۴ میں تحریر فرمایا تھا

"پنشن لینے کے بعد دو چار سال ہوئے کہ میں نے بفضلہٖ کچھ مختصر جائداد پیدا کی ہے۔ تفصیل جائداد ایک مکان جو کل ہی دو ہزار پر فروخت ہوا ہے قطعہ اراضیات جن کی موجودہ مالیت ۔/۵۴۰۰ ہے۔ اس کا ۱/۱۰ حصہ ۵۴۰/ بنتا ہے۔ چونکہ زندگی کا اعتبار نہیں ہے اور مکان کے فروخت سے روپیہ بھی ہاتھ میں ہے اس لئے ابتغاءً لمرضات اللہ اور سبکدوشیٔ آخرت کے خیال سے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ پوری رقم حصہ جائداد کی اپنی زندگی ہی میں ادا کر دوں۔

رقم محاسب صاحب کے نام بذریعہ انشورڈ بھیج دی گئی ہے۔"

ایسے مخلصین کے نقش قدم پر چلنا کار ثواب بھی ہے اور مرکز کے ساتھ بہترین تعاون بھی۔ امید ہے کہ جملہ موصیان اس نیک مثال کی تقلید کرنے کی کوشش فرمائیں گے

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

بہشتی مقبرہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام الوصیت میں فرماتے ہیں:۔

"اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنا دے۔ اور اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو۔ جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا۔ اور دنیا کی محبت چھوڑ دی۔ اور خدا کے لئے ہو گئے۔ اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحابؓ کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔ آمین یا ربّ العالمین۔

پھر میں دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا اس زمین کو میری جماعت میں سے ان پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقعہ تیرے لئے ہو چکے۔ اور دنیا کی اغراض کی ملونی ان کے کاروبار میں نہیں۔ آمین یا ربّ العالمین۔"

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

درخواست دعا [illegible] ہے گو نقاہت بہت ہے۔ اسی طرح آپکی ایک بہن بھی کچھ عرصہ سے بیمار رہ رہی ہے۔ ہر دو کی کامل شفا یابی کیلئے احباب جماعت دعا فرمائیں

خبریں

کولمبو ۱۴ اکتوبر - وزیر اعظم مسٹر جواہر لال نہرو نے آج یہاں اس آیور ویدک ریسرچ سنٹر کا افتتاح کیا - جو لنکا کے سابق وزیر اعظم مسٹر بندرا نائیکے کی یاد میں شہر سے آٹھ میل کے فاصلہ پر قائم کیا گیا ہے - وزیر اعظم نے اس موقعہ پر ایک تقریر کی جس میں انہوں نے اس رسم میں شامل ہونے اور مسٹر بندرا نائیکے کو خراج عقیدت پیش کرنے پر بڑی خوشی ہوئی - انہوں نے کہا کہ مسٹر بندرا نائیکے ان کے پرانے دوست تھے اور ان کا بڑا احترام کرتے تھے - مسز بندرا نائیکے لنکا کی خاتون وزیر اعظم نے کہا کہ ہندوستان اور لنکا میں دوستی ہی نہیں بلکہ اس سے زیادہ گہرا تعلق ہے - دونوں ملکوں کی تہذیب مشترک ہے - اور دونوں ملک اتنے قریب ہیں کہ ایک ملک میں کوئی واقعہ ہو تو اس کا دوسرے ملک پر زبردست اثر پڑتا ہے - آج مسٹر نہرو نے لنکا میں قیام کا دوسرا دن تھا -

۱۳ اکتوبر - پتہ چلا ہے کہ ۴ ملین ڈالر کی لاگت سے برطانیہ میں خبردار کرنے والا ایک اسٹیشن قائم ہو جائے گا کہ جو راکٹ کے حملے سے چار منٹ پہلے اس کے آنے کی خبر دے گا - یہ اسٹیشن یارک شائر میں فلنگڈیلز کے مقام پر ہوگا -

اسی طرح کے دوسرے اسٹیشن الاسکا اور گرین لینڈ میں بن چکے ہیں - اس اسٹیشن کا رابطہ قائم کیا گیا ہے - الاسکا اور گرین لینڈ کے اسٹیشن پہلے ہی سے چالو ہیں - اس منصوبہ پر برطانیہ اور امریکہ مل کر چار کروڑ تیس لاکھ پونڈ کی رقم خرچ کریں گے - اس میں برطانیہ کا حصہ ۸۰ لاکھ پونڈ ہوگا اس اسٹیشن پر ریڈار ایریل بہت بڑے گنبدوں سے ڈھکے ہوئے ہیں - جو بہت بڑے گولف گیندوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں - ان ایریلوں کی ریڈیائی طاقت اتنی زیادہ ہے کہ بہت دور کی چیز کا ادراک کر کے عمارات میں نصب کلوں پر اس کا عکس ڈالتے ہیں - اس اسٹیشن کے ارد گرد پانچ میل لمبا اور چھ فٹ اونچا ایک جنگلہ بنا ہوا ہے جو لوگوں اور جانوروں کو اس کی عمارت سے دور رکھتا ہے -

قاہرہ ۱۴ اکتوبر - تازہ ترین اطلاعات کے مطابق یمن کی فوجوں میں سخت خونریز جنگ ہو رہی ہے جس میں دونوں طرف کا زبردست جانی نقصان ہوا ہے - سعودی عرب کی فوجوں کے ساتھ اردن کی فوجیں بھی یمنی فوجوں سے لڑ رہی ہیں - نئی دہلی کے ایک اخبار کا نامہ نگار منتظمے رقمطراز ہے کہ سعودی عرب کی فوجوں نے سرحد پر کچھ قبائلیوں کو بھی مسلح کر دیا ہے اور انہیں یمن کی طرف بھیج دیا ہے تاکہ وہ حکومت کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر سکیں - وہ سب امام یمن کے چچا شہزادہ حسن کی حمایت کر رہے ہیں - لیکن خواہ کچھ ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ یمن میں اب یمن کی انقلابی حکومت کا پورا کنٹرول ہے اور وہ ایک مستحکم حکومت ہے

احمدیہ مسلم مشن حیدر آباد دکن

(بقیہ صفحہ ۹)

شاد نگر میں تبلیغی سرگرمیاں

حیدر آباد سے قریباً تیس میل دور یہ قصبہ واقع ہے - محترم سید جعفر حسین صاحب اسی مقام پر سکرٹری ہیں - یہاں مکرم مولوی بشیر الدین صاحب فاضل بطور مبلغ مکرم انچارج آندھرا پردیش کے ماتحت کام کر رہے ہیں - وہاں پر احمدی بچوں اور بچیوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھانے اور بعض دینی مسائل سکھانے کا اچھا انتظام ہے - اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض غیر احمدی احباب بھی اپنے بچوں کو یہاں بھیج رہے ہیں - باوجود متعصب قسم کے عناصر کی مخالفت کے یہ مکتب بفضلہ تعالیٰ کامیابی سے چل رہا ہے - بمقام ڈاک بنگلہ زیر صدارت ... ڈاکٹر ملا سلطان پوری دو اجتماعات کو خطاب کرنے کا موقعہ ملا جن میں احمدیت کا پیغام پہنچایا گیا - احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ سب کو بہتر رنگ میں خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری تھوڑی کوششوں میں برکت ڈالے - آمین -

پنجاب کے نئے گورنر صاحب کی آمد پر جماعت کی طرف سے مبارکباد

پنجاب کے نئے گورنر شری پٹم - اے - تھانو پلے کی خدمت میں جناب ناظر صاحب امور عامہ صدر انجمن احمدیہ قادیان نے جماعت کی طرف سے خوش آمدید اور مبارکباد کا تار دیا - اس کے جواب میں جناب گورنر صاحب نے مندرجہ ذیل انگریزی چٹھی ناظر صاحب امور عامہ کی خدمت میں لکھی ہے :-

از راج بھون چنڈی گڑھ

مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۲ء

میرے پیارے ناظر صاحب امور عامہ

میں آپ کا اور جماعت احمدیہ کا دلی طور پر ممنون ہوں کہ آپ نے میرے گورنر پنجاب مقرر ہونے پر مجھے مبارکباد اور نیک خواہشات کا پیغام بھجوایا ہے -

آپکا مخلص

(دستخط) پٹم - اے - تھانو پلے

بخدمت جناب ناظر صاحب

امور عامہ جماعت احمدیہ

قادیان

مدرسہ احمدیہ قادیان کی پختہ بلڈنگ کی تعمیر کا آغاز

(بقیہ صفحہ ۲)

جب جماعت کے بعض "عمائدین" اس درسگاہ کے وجود ہی کو ختم کر دینے لگے تھے - سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بڑی جرأت اور حوصلہ مندی کے ساتھ اس مجلس کے سامنے مدرسہ احمدیہ کی اہمیت کو واضح کیا - کسی حالت میں بھی اس درسگاہ کو ختم کر دینے کو جماعت کے حق میں ناقابلِ تلافی نقصان کا موجب قرار دیا - اس طرح عزم صمیم کے ساتھ اپنی بات کو بادلائل پیش کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدرسہ احمدیہ کو بند کر دینے والوں کی رائے جماعت کے سامنے قطعی طور پر بے اثر ہو کر رہ گئی - اور خدا تعالیٰ کے مسیح کے ہاتھ سے لگایا ہوا یہ پودا اپنی مضبوط جڑوں پر قائم رہا - اور آج اس سے شیریں پھل ایک دنیا کو روحانی غذا کے سامان بہم پہنچا رہے ہیں -

خانہ کعبہ کی عمارت کے سابق بنیادوں پر وقتاً بعد وقتٍ کئی بار تعمیر کئے جانے کا حوالہ دیتے ہوئے محترم صاحبزادہ صاحب نے بتایا کہ خاک و خشت کی تیار کردہ عمارتیں ایک وقت گذر جانے کے بعد زمانہ کے طبعی اثرات کے باعث بوسیدہ ہو جاتی ہیں - جن پر نئی عمارت کھڑی کی جاتی ہے لیکن اس گرنے سے عمارت کی اصل غرض و غایت اور اس کی اہمیت میں ذرہ برابر فرق نہیں آتا - البتہ ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ اس عمارت سے متعلق اچھی روایات اور نیک نمونہ کو نہ صرف برقرار رکھا جائے - بلکہ حتی الامکان اس کے افادی پہلو کو وسعت دی جائے - پس ایسے ہی نیک جذبات اور بارگاہ رب العزت کے حضور عاجزانہ دعائیہ خیالات کے ساتھ آج ہم اس تاریخی عمارت کی پختہ بلڈنگ کا سنگِ بنیاد رکھتے ہیں - خدا تعالیٰ ہماری ان کوششوں میں برکت ڈالے اور پہلے کی طرح اس کو ساری دنیا میں اپنے دین کی خدمت و اشاعت اور جماعت کے افراد کی دینی تربیت و اصلاح کا مرکز بنائے رکھے -

اسکے بعد آپ نے مسجد مبارک کی اینٹ کو دعا کے ساتھ زیر تعمیر عمارت کے جنوب مغربی کونہ میں بنیادی اینٹ کے طور پر سیمنٹ کے ساتھ نصب کر دیا اور حاضرین سمیت ایک پُرسوز لمبی دعا فرمائی !!

واضح ہو کہ مدرسہ احمدیہ کی یہ پختہ بلڈنگ سابق بورڈنگ مدرسہ احمدیہ کے شرقاً غرباً تعمیر شدہ چار لمبے لمبے خام کمروں کی جگہ ہے جدید نقشہ میں چار کی بجائے چھ کمرے ہوں گے جن کے شمال میں ساتھ ہی برآمدہ بھی ہوگا - انہیں کمروں کے ملحق شمال مغرب میں جہاں پہلے بورڈنگ مدرسہ احمدیہ کا دفتر ہوا کرتا

۴۴ - تھا ایک ساتواں کمرہ بھی تعمیر کیا جائے گا - توقع کی جاتی ہے کہ ان سب کمروں کی تعمیر کا بیشتر کام جلسہ سالانہ تک مکمل ہو جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ - اس کے بعد بورڈنگ ہاؤس کی تعمیر عمل میں لائی جائے گی - جو انہی کمروں کے بالمقابل دوسری طرف جنوبی جانب تعمیر کیا گیا ہے -

سردست جماعت کے ایک مخیر اور سابق باخیرات دوست کے ساڑھے سات ہزار روپے کے گرانقدر عطیہ کے ساتھ اس تاریخی درسگاہ کی پختہ عمارت کی تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا ہے - مگر اس تجویز نقشہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے قریباً چالیس ہزار روپیہ مزید کی رقم کی ضرورت ہے - جو احباب جماعت کے مخلصانہ تعاون اور مالی قربانی کے ساتھ ہی ممکن ہے امید ہے کہ مخلصین جماعت ثواب کے اس نادر موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے - وبید اللہ التوفیق : اللّٰھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم -